www.ebooksland.blogspot.com

قبلۂ اوّل

حسن عباس رضوی

www.ebooksland.blogspot.com

جملہ حقوق محفوظ

کتاب کا نام ——— قبلۂ اوّل

مصنّف ——— سیّد حسن عبّاس رضوی (مرحوم)

ناشر ——— بیگم سیّد حسن عبّاس رضوی

طابع ——— خالد منصور نسیم

مطبع ——— النوّر پرنٹرز د پبلشرز
۲/۳ فیصل نگر۔ ملتان روڈ۔ لاہور
ٹیلیفون ۲۷۵۸۲۹

ایڈیشن ——— اوّل (اگست ۱۹۸۸ء)

ملنے کا پتہ

i۔ بیگم سیّد حسن عبّاس رضوی
رضوی سٹریٹ۔ رسول پارک
ملتان روڈ۔ لاہور ۱۸

ii۔ النوّر پرنٹرز و پبلشرز
پوسٹ بکس ۴۱۹۰۔ لاہور ۲۵
ٹیلیفون ۲۷۵۸۲۹

www.ebooksland.blogspot.com

فہرست مشمولات

شمار	مضمون	صفحہ
۱	مقدّمہ ۱ تا ۳۳	
۲	تعارف	۱
۳	تاریخ مکہ	۲
۴	کعبہ کی تعمیر جدید	۳
۵	اُمّتِ مسلمہ	۵
۶	حرفِ تسلسل	۷
۷	قبلہ کا تعلق بنیادی طور پر حج سے ہے	۸
۸	ایک ضمنی گوشہ	۸
۹	قبلہ کا اتباع	۹
۱۰	روشِ تاریخ	۱۱
۱۱	سند قرآن ہے	۱۱
۱۲	تاریخ کی فسوں سازیاں	۱۲
۱۳	تجزیہ	۲۰
۱۴	ظن	۲۱
۱۵	قرآن	۲۲
۱۶	روایات اور قرآن	۲۲
۱۷	قرآنِ حکیم کے متعلق ایک عظیم شہادت	۲۳
۱۸	مشفق دوست	۲۵
۱۹	ڈاکٹر اسرار احمد	۲۵
۲۰	سید احمد سعید کاظمی	۲۶
۲۱	کتاب کی اہمیّت	۲۷
۲۲	تصریف الآیات	۲۸
۲۳	مفہوم	۲۹
۲۴	وُسعتِ مضمون	۲۹
۲۵	بیت المقدّس امّتِ محمّدیہ کا ورثہ ہے	۳۰
۲۶	یہودی فاسق ہے	۳۲
۲۷	تعصّب کی انتہا	۳۲
۲۸	باب ۱- تذکرہ ۳۵ تا ۴۳	
۲۹	آغازِ کلام	۳۵
۳۰	ڈاکٹر اسرار احمد کا اقرار با فرار	۳۹
۳۱	ایک اور جیّد عالم	۴۰
۳۲	سید صاحب کی تنقیحات	۴۱
۳۳	باب ۲- تبصرہ ۴۵ تا ۸۲	
۳۴	دو اہم مسائل	۴۵
۳۵	"ا" - رجم	۴۵
۳۶	نفاذ حدود آرڈی ننس	۴۶
۳۷	وحی کی اقسام ؟	۴۷
۳۸	اصل وحی	۴۸

www.ebooksland.blogspot.com

شمار	مضمون	صفحہ
۳۹	"ب" - تحویلِ کعبہ	۵۰
۴۰	پہلا مشاہدہ	۵۰
۴۱	دوسرا مشاہدہ	۵۱
۴۲	تیسرا مشاہدہ	۵۲
۴۳	چوتھا مشاہدہ	۵۲
۴۴	پانچواں مشاہدہ	۵۳
۴۵	ڈاکٹر اسرار احمد کی تقریر کا تجزیہ	۵۴
۴۶	ادوارِ اربعہ	۵۵
۴۷	۱۔ حضورؐ کی ولادت سے پہلے کا زمانہ	۵۶
۴۸	۲۔ حضورؐ کی ولادت سے لیکر حضورؐ کے اعلانِ نبوت تک کا زمانہ	۵۷
۴۹	خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو	۵۷
۵۰	حضورؐ کے اعلانِ نبوت سے ہجرت تک کا زمانہ	۵۸
۵۱	براہیمؑ کی تلاش	۵۸
۵۲	ظہورِ قدسی	۵۹
۵۳	ملّتِ ابراہیمی کا اتباع	۶۰
۵۴	مرکز بھی وہی	۶۱
۵۵	معمارِ حرم	۶۱
۵۶	دینِ اسلام سے تمسک کی پرکھ	۶۲
۵۷	انقلاب کا پیش خیمہ - بیعتِ عقبہ	۶۳
۵۸	۳۔ ہجرت کے بعد کا زمانہ - "مدنی دور"	۶۴
۵۹	اسلام میں اور نصرانیت میں اشتراک	۶۵
۶۰	حق و باطل کا اشتراک ممکن نہیں	۶۶
۶۱	مفاہمت بھی نہیں	۶۶
۶۲	نصب العین کی بلندی	۶۷
۶۳	لاثانی شخصیت	۶۸
۶۴	اور نمونہ بھی	۶۹
۶۵	حضورؐ کی بعثت کا مقصد	۶۹
۶۶	ضمنی گوشہ	۷۰
۶۷	جائزہ	۷۱
۶۸	انبیائے کرام میں منفرد حیثیت	۷۲
۶۹	تاریخ دل خراش	۷۵
۷۰	اور سنیئے	۷۶
۷۱	باب - ۳ رابطہ ۸۳ تا ۹۲	
۷۲	پس منظر	۸۳
۷۳	قبلہ سے پھرنے کا حادثہ یہود و نصاریٰ کو پیش آیا تھا	۸۹
۷۴	باب - ۴ مرکزِ ملّت ۹۳ تا ۹۹	
۷۵	مرکز کی خصوصیتِ کبریٰ	۹۲
۷۶	تمنائے رسولؐ	۹۴
۷۷	قبلہ کے والی بننے کی تدابیر	۹۵
۷۸	تکملہ ۱۰۰ تا ۱۰۲	
۷۹	نگہِ بازگشت	۱۰۰
۸۰	حرفِ آخر	۱۰۲

www.ebooksland.blogspot.com

اعتذار

اس کتاب کے مصنّف، محترم سیّد حسن عباس رضوی مرحوم ایک فاضل قرآنی شخصیّت تھے اور میرے قابلِ صد احترام دوست۔ اُن کی انتہائی آرزو تھی کہ یہ کتاب اُن کی زندگی میں شائع ہو جائے تاکہ اگر کوئی قاری اس پر کسی قسم کا اعتراض کرے تو وہ مدلّل جواب دے سکیں۔ لیکن اُن کی یہ خواہش بوجوہ پوری نہ ہو سکی۔

چونکہ اُنہوں نے اس کتاب کی طباعت، میرے ذمّہ لگائی تھی۔ اس لیے میں اسے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اُن کی وفات (مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۸۸ء) کے بعد اُن کی اس تحقیقاتی کاوش کو جلد از جلد قوم کے سامنے پیش کر دوں۔ اسی فریضہ کی ادائیگی کے پیشِ نظر، تمام مراحل بسرعت طے کر کے اسے پیشِ خدمتِ قارئین کیا جاتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک!

محترم رضوی صاحب مرحوم نے اس کتاب کی تیاری میں دقّتِ نظر سے کام لیتے ہوئے اپنے تئیں، تحقیق کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا۔ اگر قارئین ان کی تحقیق سے متفق ہوں تو فھو المراد اگر انہیں اس میں کہیں، قرآنی نقطۂ نگاہ سے، کوئی سقم یا اصلاح طلب بات نظر آئے تو پھر بھی کم از کم محترم رضوی صاحب نے اپنی اس تحقیق سے سوچ کی نئی راہیں ضرور کھول دی ہیں۔

ذاتِ باری تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ مرحوم کی اس فکری کاوش کو شرفِ قبولیت بخشیں اور انکی پیش کردہ تحقیق سے قوم اپنے مسلّمات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

محمد عمر دراز
مینجنگ ڈائریکٹر
النور پرنٹرز و پبلشرز
۲/۳ فیصل نگر، ملتان روڈ۔ لاہور
پوسٹ بکس ۴۱۹۰، لاہور ۲۵

www.ebooksland.blogspot.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مُقدّمہ

تعارف

میں کہ میری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو (اقبالؔ)

قرآنِ حکیم ہمیں ایک مثبت نظامِ حیات، تعمیری پروگرام اور ایک محکم اور غیر متبدّل قانون عطا کرتا ہے جس کے نفاذ، قیام اور نگہداشت کو ایمان کی شرطِ اوّلین قرار دیتا ہے۔ یہی وہ فریضۂ زندگی ہے جسے انسان کی وجۂ تخلیق بتایا گیا۔ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ۵۱/۵۶ یعنی جنّ وانس دونوں (مل کر) خدا کے نظام کے نفاذ و قیام میں اُس کے قانون کے دست و بازو بن جائیں۔ تاکہ اس دنیا کے اندر اس کا نظام (الدّین) اس کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ نافذ ہو جائے۔ وَاَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّھَا ۳۹/۶۹ اور یہ زمین اپنے نشوونما دینے والے کے نور سے جگمگا اُٹھے۔ اس لئے ہمیں اپنی تمام تر توانائیاں اس تعمیری کام کیلئے صرف کرنا ہیں۔ اور فروعات سے اپنا دامن بچانا ہے۔ تاکہ خدا کی عطا کردہ یہ نعمتیں (توانائیاں) ضائع نہ ہونے پائیں بلکہ بعض معاملات اور مسائل ایسے سامنے آجاتے ہیں، جن کا دین کی اساس پر گہرا اور براہِ راست اثر پڑتا ہے۔ مثلاً قوموں کی موت و حیات کا راز، اُن کی مرکز سے وابستگی میں مضمر ہے۔ اس لئے مرکز جسے قرآنِ حکیم نے قبلہ کہا ہے، کا مسئلہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر اس کی بنیاد متزلزل ہو جائے تو اس پر اُٹھی ہوئی عمارت خواہ وہ ثریّا تک بلند ہو جائے اپنے شطر اور انسان اپنے رُخِ کردار سے محروم ہو جائے:۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج تا ثریّا می رود دیوار کج

پھر یہ محرومی ایسے انتشار (DISINTEGRATION) کو جنم دیتی ہے۔ جس سے قومیں اپنی حیات

www.ebooksland.blogspot.com

اور تشخص سے مایوس ہو کر وسعتِ سراب میں گم ہو جاتی ہیں۔ اور قرآن حکیم کی رُو سے جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ (۳۴/۴۴) تاریخ کے صفحات پر فقط اُن کی داستان باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ قبلہ اُس فلسفۂ حیات کا مخصوص نشان (SYMBOL) ہے جو انسان کو حیاتِ جاوداں کا پیکر عطا کرتا ہے اس لئے اس مخصوص نشان (SYMBOL) کی مستقل حیثیت اور اس کا مقام ظاہر کرنا نہایت ضروری ہے۔

تاریخ مکّہ

جونہی انسان میں تمدّنی زندگی کا شعور بیدار ہوا اور اُس نے معاشرتی زندگی کا آغاز کیا تو اللہ تعالیٰ نے سفرِ حیات میں ان کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرامؑ کے سلسلہ کا آغاز کیا (۲/۲۱۳) تاکہ ان کی وساطت سے ہدایت کا وہ سرمایہ اُن کے پاس پہنچتا رہے کہ وہ ہر طرف سے صرف نظر کر کے صرف اسی کو زادِ راہ بنائیں اور اُس توازن بدوش راہ (صراطِ مستقیم) پہ گامزن ہو کر جس کا تعین بھی خالقِ کائنات نے خود کر دیا تھا مقصود حاصل کرلیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو مقصود تھا کہ یہ سب لوگ ایک ہی نظریۂ حیات اور ایک ہی دین کے پیروکار رہیں اس لئے وحدتِ فکر و نظر کے مقامِ ارتفاع کے حصول کے لئے ایسے محسوس و مشہود (PERCEPTIBLE AND VISIBLE) مرکز کی ضرورت تھی جو اُن کے طائرِ نگاہ کا محور و مرجع ہوتا، اسی کو قبلہ کہتے ہیں۔

قرآن حکیم کی رُو سے اتّباعِ قبلہ سے مراد اتّباعِ دین ہے (۲/۱۲۰، ۲/۱۴۵) اس لئے آغازِ آفرینش ہی سے قبلہ کا وجود ہمہ گیر انسانیت کے لئے دینی ضرورت تھی۔ ان وجوہات کی بنا پر یہ ضروری تھا کہ انبیاء کرامؑ کی بعثت اور ترسیلِ ہدایت کے ساتھ ہی قبلہ کا قیام بھی معرضِ وجود میں آجاتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس قبلہ کا مقام کونسا ہو سکتا تھا۔ اس کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نسلِ انسانی کا اوّلین سرچشمہ کونسا ہے جس سے اس کی سوتیں پھوٹیں۔ علمائے تاریخی استقراء اور اثری انکشافات کا کہنا ہے کہ انسان کی آبادی کا اوّلین سرچشمہ جھیل کیسپین کے اطراف و جوانب میں واقع ہے۔

بہرحال کاروانِ نبوّت آگے بڑھتا رہا اور حضرتِ نوحؑ کا زمانہ آگیا، جو ایک محتاط اندازہ کے مطابق کوئی پانچ ہزار سال قبل مسیحؑ بنتا ہے۔ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق طوفانِ نوحؑ کے دوران حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہری (۱۱/۴۴) جو غالباً آرمینیہ کے سلسلۂ کوہ میں واقع ہے۔ جس سے دجلہ و فرات بہتے ہوئے جنوب کی طرف آتے ہیں اور خلیج فارس کے کچھ اوپر آپس میں مل کر اس خلیج میں گر جاتے ہیں۔ لہٰذا اندازہ ہے کہ قوم نوحؑ کا وطن دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ ہی ہے۔ تورات کے بیان کے مطابق، طوفانِ نوحؑ کے بعد نسلِ انسانی حضرتِ نوحؑ کے

www.ebooksland.blogspot.com

تین بیٹوں یافث (JAPHETH) حام (HAM) اور سام (SHEM) سے آگے بڑھی اور موجودہ اقوامِ عالم انہی کی نسل سے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں جن انبیاءؑ کا ذکر ہے، اُن کا تعلق سامی نسل سے ہے، جن کا اوّلین مولد و مسکن ملکِ عرب تھا۔ جہاں سے یہ نسل بابل، سیریا اور فینیشیا تک پھیل گئی۔ اگرچہ بظاہر یہ قومیں الگ الگ نظر آتی ہیں لیکن درحقیقت ان سب کی ایک ہی اصل تھی۔ جس کی شاخیں سرزمینِ عرب سے اُبھریں اور یہ کہ ان کی زبان کی اصل بھی عربی زبان کی قدیم شکل تھی۔ چونکہ تمام اقوامِ عالم کی ابتداء ریگستانِ عرب سے ہوئی جس کے حوالہ سے ان کے مرکزی مقام شہرِ مکّہ کو قرآنِ حکیم نے اُمُّ الْقُرٰی (آبادیوں کی ماں) قرار دیا (۶/۹۳) چونکہ ان سب آبادیوں کا مرجع و محور شہرِ مکّہ تھا اس لئے اوّلین قبلہ (بیت العتیق) مکّہ ہی میں تھا۔ (۳/۹۶) جس کے باقیات و آثار پر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ کی مدد سے از سرِ نو خانۂ کعبہ تعمیر کیا۔ اس نسبت سے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (۳/۹۶)

"سب سے پہلے جس مقام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوعِ انسان یعنی اقوامِ عالم کے لئے مرکز قرار دیا گیا۔ وہ یہی ہے جو مکّہ میں ہے۔"

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، حضرت نوحؑ کا زمانہ کوئی پانچہزار سال قبل مسیحؑ کا تھا۔ قرآنِ حکیم کے بیان کے مطابق حضرت نوحؑ اپنی قوم میں پہلے رسُول نہیں تھے۔ بلکہ ان سے پہلے بھی کئی رسول تشریف لائے (۷/۳، ۲۵/۱۰۵، ۲۶/۱۰۵) اس لحاظ سے خانۂ کعبہ (قبلہ) کی اوّلین تعمیر کا زمانہ پانچہزار سال سے کہیں پہلے کا ہے۔

ضمناً عرض کر دیا جائے کہ مکّہ کی تکریم و تقدیس کی وجہ بیان کرتے ہوئے، علمائے تاریخی استقراء اور اثری انکشافات کا کہنا ہے کہ مکّہ قدیم الایّام سے (حضرت ابراہیمؑ سے کہیں پہلے) ایک مقدّس مقام تصور کیا جاتا تھا اور دور دراز سے لوگ اس کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے اس کا تقدّس اور عظمت بیت اللہ (خانۂ کعبہ) کی وجہ سے ہی ہو سکتی تھی۔ یہی وہ مقام تھا جس کے باقیات و آثار (سابقہ بنیادوں پر) خدائے واحد کی عبادت کے لئے کعبہ کی تعمیرِ جدید خلیل اللہ کے ہاتھوں انجام پائی۔ اسی لئے خانۂ کعبہ کو قرآنِ حکیم میں "بَیْتِ الْعَتِیْق" کہا گیا ہے (۲۲/۲۹، ۲۲/۳۳) اس سلسلہ میں روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ جب حضرت آدمؑ کے صاحبزادے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدمؑ حج بیت اللہ کے لئے مکّہ آئے ہوئے تھے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس سے بھی خانۂ کعبہ کا قدیم ترین (عتیق) ہونا ثابت ہے۔

کعبہ کی تعمیرِ جدید کا مقصد | چونکہ اللہ تعالےٰ کو یہ مقصود تھا کہ تمام بنی نوعِ انسان ایک ہی ضابطۂ حیات

www.ebooksland.blogspot.com

کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اس لئے ایسے نظریۂ حیات (IDEOLOGY) پہ مجتمع ہونے کے لئے ایک عالمگیر محسوس و مشہود مرکز کی ضرورت بھی جو توحید کا نشان ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی مدد سے مرکزِ انسانیت، قبلۂ مشہود یعنی خانۂ کعبہ کو مکّہ مکرّمہ میں سابقہ بنیادوں پر تعمیر کیا۔ پھر معمارِ حرم کے بنائے ہوئے گھر کو اور اس کی نسبت سے مکّہ کو) جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَنِ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ط ۲۲/۲۵ تمام انسانوں کے لئے خواہ وہ اُسی علاقہ کے رہنے والے ہوں، یا وہ دنیا کے کسی گوشے کے رہنے والے ہوں، سب کے لئے ایک کھُلا گھر (اور شہر) (OPEN CITY) قرار دیا۔ یہی نہیں بلکہ اسے بین الملّی (CONGREGATION) اجتماع یعنی حجّ کے لئے مخصوص مقام قرار دیا۔ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (۲۲/۲۷) اور پھر کہا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (۳/۹۷) یہ اجتماع (حجّ) اللہ تعالیٰ کے وجود (EXISTENCE) کا ایک عملی اور مشہود اقرار ہے۔ یہ اجتماع چند ایک دنوں یا ہفتوں کا نہیں بلکہ مہینوں کا ہے جو سب کو معلوم ہیں۔ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۲/۱۹۷ جو کم از کم تین ہیں۔

جہاں مکّہ کو (خانۂ کعبہ کی نسبت سے) بین الملّی اجتماع (حجّ) کا مقام قرار دیا گیا، وہاں اسے بین الاقوامی تجارتی منڈی بھی مقرر (DECLARE) کیا گیا۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۲/۱۹۸ "حجّ کے دوران بذریعہ تجارت اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔" اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دنیا میں بسنے والے لوگوں کا یہاں آکر آپس میں تعارف ہو جائے۔ عرفات میں اجتماع کا مقصد یہی ہے۔ میدانِ عرفات کو عرفات کہتے ہی تعارف کی نسبت سے ہیں۔ اور مرکز بھی ایسا کہ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (۳/۹۷) "جس نے اپنے آپ کو اس کی پناہ میں دے دیا وہ مامون ہو گیا۔"

مذکورہ بالا بیان سے خانۂ کعبہ یعنی قبلہ کی تعمیر کا مقصد اور اہمیّت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے لیکن اس وقت اس کی حیثیت اس لئے ذہنوں سے اُتر گئی کہ فلسفۂ حجّ کو غیروں نے اپنا لیا۔

بے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل

اقوامِ متحدہ کا وجود، یورپی مشترکہ منڈی کا تصوّر اور جتنے بھی ترقیاتی منصوبے (DEVELOPMENT PLANS) اور سالانہ ترقیاتی پروگرام (ADP) یعنی (ANNUAL DEVELOPMENT PROGRAMMES) تیار کئے جاتے ہیں، یہ سب فلسفۂ حجّ کے مرہونِ منّت ہیں۔ اور حجّ کا وجود مرکزِ انسانیت (قبلہ) یعنی خانہ کعبہ سے قائم ہے۔ حق تو یہ ہے کہ خود انسانیت کا وجود اور تشخص قبلہ سے وابستگی کی وجہ سے قائم ہے۔

www.ebooksland.blogspot.com

قوموں کے لئے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے خدائی (اقبالؒ)

اُمّتِ مسلمہ

جس مقام کے قیام اور استحکام کی اس قدر اہمیت ہو، اُسے قائم و دائم رکھنے کے لئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہوتی ہے، جو قانونِ الٰہی کے آگے ہر وقت جُھکی رہے، اُس کے دین کے مشہود نشان (SYMBOL) کی آبیاری اپنے خون سے کرے اور اس کی تولیت کا ذمہ لے۔ ایسی جماعت کو اُمّتِ مسلمہ کہا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ اس اُمّت کی تاسیس خانۂ کعبہ کی تعمیر کے ساتھ ہی عمل میں آگئی جس کا نام بھی خود اللہ تعالیٰ نے آغاز ہی میں تجویز کر دیا تھا۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا (۲۲/۷۸) اور یہی نام ہمیشہ کے لئے مستعمل رہے گا۔ معمارِ حرم نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس سلسلہ کی درازی کے لئے دُعا مانگی تھی کہ :۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (۲/۱۲۸)

"اے پروردگار! ہمیں ہر لمحہ اپنا فرمانبردار رہنے کی توفیق عطا فرما اور ہماری آئندہ نسل کو بھی اُمّتِ مسلمہ ہونے کا شرف عطا فرما۔ ایسی جماعت جو خالصتًا تیری فرمانبردار ہو۔"

اور پھر عرض کیا :۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۲/۱۲۹)

"اے پروردگار! پھر انہی میں ایک رسُول پیدا کرنا جو انہی میں سے ہو۔ جو تیرے ضابطۂ قوانین کو اس کی آخری اور مکمل شکل میں ان کے سامنے پیش کرے اور اُن کو یہ بھی بتائے کہ ان قوانین کا اتّباع کرنے سے کیا نتائج مرتب ہونگے اور ان کے دلوں کو ایسے تمام تصوّرات سے پاک کرے جو تیرے ضابطۂ قوانین کے نقیض ہوں۔"

چنانچہ تعمیرِ کعبہ اور مسلکِ ابراہیمی کے حوالے سے یہ طے پایا کہ :۔

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۴/۳۶) (سورۂ ابراہیم مکّی[1])

اُمّتِ مسلمہ کا رکن (MEMBER) وہی فرد ہو سکتا ہے جو دینِ ابراہیمی کا اتّباع کرے اور جو اس کے مسلک سے رُوگردانی کرے۔ اُس کا دینِ ابراہیمؑ سے کوئی تعلق نہیں۔ (یہ سورت مکّہ میں نازل ہوئی اور پورا سلسلہ یُوں ہے) :۔

---

[1] قرآن حکیم کے مرّوجہ نسخوں میں مکّی اور مدنی سورتوں کی تخصیص کی گئی ہے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے میں نے حوالہ جات میں وہی اسلوب قائم رکھا ہے۔

www.ebooksland.blogspot.com

اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ (۱۴/۳۵)

اور جب ابراہیمؑ نے دعا کی کہ میرے پروردگار اس شہر (مکّہ) کو لوگوں کے لیئے) امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بُتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۱۴/۳۶)

اے پروردگار! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ سو جس شخص نے میرا اتّباع کیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے میرے مسلک سے روگردانی کی اُس سے میرا کوئی تعلّق نہیں اور تو ہی غفورٌ رحیم ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ (۱۴/۳۷)

اے پروردگار! میں نے اپنی اولاد ایسی وادی میں لا بسائی ہے جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں لیکن تیرے قابلِ احترام گھر (مکّہ) کے قریب ہے۔ تاکہ صلوٰۃ قائم کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ تیری سپاس گزاری کریں۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝ (۱۴/۳۸)

اے پروردگار! جو بات ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے اور خدا سے کوئی چیز مخفی نہیں نہ زمین میں نہ آسمانوں میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝ (۱۴/۳۹)

خُدا کا شکر ہے جس نے مجھے بڑی عمر میں اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ بخشے۔ بے شک میرا پروردگار دُعا سننے والا ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝ (۱۴/۴۰)

اے پروردگار! مجھ کو ایسی توفیق عطا فرما کہ صلوٰۃ قائم رکھوں اور میری اولاد کو بھی توفیق عطا فرما اور میری دُعا قبول فرما۔

www.ebooksland.blogspot.com

گویا قرآنِ حکیم کے بیان کی رُو سے امّتِ مسلمہ کا ممبر وہ ہے جو ملّتِ ابراہیمی کا متّبع ہو جس کا مرکز یعنی قبلہ خانۂ کعبہ ہے۔

حرفِ تسلسل

اس سلسلہ میں ایک دوسرے مقام پر تعمیرِ کعبہ اور حج کے متعلق تفصیلی ہدایات و احکامات دیئے گئے ہیں جن کا سلسلہ معمارِ حرم حضرت ابراہیم ؑ کے زمانہ سے چلا آرہا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:-

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (۲۲/۲۶)

(یہ اس وقت کی بات ہے) جب ہم نے خانۂ کعبہ کی جگہ معیّن (ظاہر) کر دی تھی۔ اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنیوالوں کے لئے پاک اور صاف رکھنا۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ (۲۲/۲۷)

(اور پھر حکم دیا تھا) کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دو پھر وہ حج کے لئے اس مقام پر دنیا کے دور دراز علاقوں سے پاپیادہ بھی آئیں گے اور ہر طرح کی سواریوں پر جو (مشقّتِ سفر سے) دُبلی پتلی اور تھکی ہوئی ہوں گی۔

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ (۲۲/۲۸)

اور اس طرح لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ اس مقام پر جمع ہونے میں کس قدر فوائد ہیں اور ہم نے جو پالتو چارپائے اُن کے لئے مہیا کر دیئے ہیں اُن کو مقررہ ایّام کے دوران اللہ کے نام پر ذبح کریں ان کا گوشت خود بھی کھائیں اور حاجت مندوں کو بھی کھلائیں۔

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ

اس کے بعد پھر لوگ اپنا میل کچیل دُور کریں اور نذریں

---

۱ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ جگالی کرنے والے جانوروں کو کہتے ہیں۔ مثلاً گائے بیل بکری اونٹ وغیرہ۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دو معدے ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے والے اوپر کے دانت نہیں ہوتے اور ان کے کھُر دو حصّوں میں پھٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

www.ebooksland.blogspot.com

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ (۲۲/۲۹)
ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ (۲۲/۳۰)

پوری کریں اور خانۂ قدیم (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔ یہی اللہ کا حکم ہے اور جو کوئی اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حرمتوں کی عظمت مانے تو اُس کے لئے اس کے پروردگار کے حضور بڑی بہتری ہے اور (یہ بات بھی یاد رکھو کہ) اُن جانوروں کو چھوڑ کر جن کا حکم قرآن حکیم میں سنا دیا گیا ہے تمام چارپائے تمہارے لئے حلال کئے گئے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ بتوں کی پلیدی سے بچتے رہو اور جھوٹی اور لغو باتوں سے اجتناب کرو۔

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ (۲۲/۳۳)

جن چوپائیوں کا ذکر چلا آرہا تھا اُن میں تمہارے لئے ایک مقررہ مدّت تک فائدے ہیں۔ پھر اُن کے ذبح ہونے کی جگہ بیت العتیق یعنی خانہ کعبہ ہے۔

مذکورہ صدر آیات سورۃ الحج کی ہیں جو مکّہ میں نازل ہوئی۔ اگرچہ اس کے مقامِ نزول میں اختلاف ہے تاہم اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ اس صورت کا زیادہ تر حصّہ مکّی دَور کے آخر میں نازل ہُوا۔ بہرحال پوری سورت مکّہ میں نازل ہوئی۔

قبلہ کا تعلق بنیادی طور پر حجّ سے ہے۔

قرآنِ حکیم کے محوّلہ بالا بیان کے مطابق قبلہ کا بنیادی طور پر تعلّق حجّ سے ہے جو سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متواتر چلا آرہا تھا اور اہلِ عرب اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے چونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم مکّہ کے رہنے والے تھے اور معمارِ حرم کی ذرّیت میں سے تھے، لامحالہ آپؐ کا اور جملہ مسلمانوں کا قبلہ بھی خانہ کعبہ ہی تھا اور اسی کا حجّ ہوتا تھا۔

یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ مسلمانوں میں حجّ حضورؐ کے دَور میں فرض نہیں ہُوا تھا بلکہ جتنے بھی احکامات وہدایات اس وقت قرآن حکیم کے ذریعہ بوساطت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ملے وہ یاددہانی کے لئے بطور تاکید وتاسیس تھے۔

ایک ضمنی گوشہ | اس سلسلہ میں ایک ضمنی گوشہ سامنے آگیا ہے جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ وہ یہ

www.ebooksland.blogspot.com

کہ بخار بذاتہٖ کوئی مرض نہیں ہے۔ یہ علامت (INDICATION) ہے اُس مرض کی جو کسی شخص کو لاحق ہے اور جس کی تشخیص کا ذریعہ یہ بخار ہے۔ رات اور دن کی بھی ایسی ہی کیفیت ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ﴿۱۰/۶﴾

"دن اور رات کے تفاوت میں اور جو بلندیوں اور پستیوں میں پیدا کیا گیا ہے، ان لوگوں کے لئے نشانیاں (آیات)

یعنی INDICATIONS ہیں جو قانونِ الٰہی کی نگہداشت کرتے ہیں اور اس کی پیروی کرتے ہیں اور اُس کے مطابق ان مقامات کو مسخر کرنا چاہتے ہیں۔ جن کے یہ (دن اور رات) اثرات ہیں"۔

گویا یہ دن اور رات بخار کی طرح ایک علامت ہیں، جو ایک عظیم الجثّہ آفاقی نظام کی نقاب کشائی کی دعوت دے رہے ہیں۔ انہی حقائق کے پیشِ نظر ایک مردِ دانا (اقبالؒ) ان الفاظ میں دعوت کناں ہے:۔

فطرت کو خرد کے رُوبرو کر ✲ تسخیرِ مقامِ رنگ و بُو کر

یہاں اس حکیمِ فطرت نے یہ نہیں کہا کہ رنگ و بُو کو تسخیر کیا جائے۔ بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اُس حیرت کدہ کو تلاش کر کے اُسے مسخّر کیا جائے جس کے بام و در سے دن اور رات کے عریاں اشارے جنم لیتے ہیں، اور اس طرح سے مثلِ منزل نما (NAVIGATOR) منزل کا رُخ متعیّن کرتے ہیں۔ ایسی ہی کیفیّت "قبلہ" کی ہے قبلہ اس مقام کو کہتے ہیں جو ہر وقت نظروں کے سامنے رہے اور اس عظیم نظریاتی انقلابی نظام کا رُخ متعیّن کرے جس کا یہ محسوس SYMBOL ہے چونکہ خانہ کعبہ (مسجدالحرام) کو قبلہ کہا گیا ہے اس لئے خدا کی طرف سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے کہا گیا :۔

فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط ﴿۲/۱۴۴﴾

"تم ہر وقت اپنی توجہ کا مرکز مسجد الحرام کو بناؤ"۔

جہاں حضور سے یہ کہا گیا وہاں حضورؐ کی وساطت سے جماعتِ مومنین سے یہ کہا:۔

وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ ﴿۲/۱۴۴﴾

"کہ تم جہاں کہیں بھی ہو، سفر میں ہو یا حضر میں، زندگی کے کسی شعبہ میں مصروفِ تگ و تاز ہو اپنی توجہات کا رُخ اسی مرکز کی طرف رکھو"۔

قبلہ کا اتباع

جہاں خانہ کعبہ کو بطورِ قبلہ مسجودِ نگاہ قرار دیا وہاں قرآنِ حکیم نے اس کے اتباع کو دین

www.ebooksland.blogspot.com

سے اتباع سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں ایک جگہ ہے :-

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ (۲/۱۴۵)

"اگر تو ان لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہے تمام آیات (دلائل) بھی لے آئے تو بھی وہ تیرے قبلہ کا اتباع نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی تو ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والا ہے۔"

دوسری جگہ ہے :

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ (۲/۱۲۰)

"یہود اور نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہونگے جب تک تو ان کی ملّت (مسلک) کا اتّباع نہیں کرے گا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ قبلہ درحقیقت ملّت (مسلک دین) کا محسوس نشان ہے اور اتّباعِ قبلہ سے مُراد اتّباعِ دین ہے۔ الدّین کیا ہے؟ الدّین وہ نظامِ حیات ہے جس کے بنیادی اصُول (BASIC PRINCIPLES) اور مستقل اقدار (PERMANENT VALUES) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی بوساطت نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ و سلم عطا ہوئے ہیں۔ اور جو اپنی آخری اور مکمّل شکل میں قرآنِ حکیم کی دفتین میں موجود و محفوظ ہیں اور جس کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود تجویز کیا ہے :-

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۳/۱۹)

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین (نظامِ حیات) عطا ہوا وہ اسلام ہے۔"

اور پھر تاکیداً کہا :-

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۳/۸۵)

"اور جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے وہ خدا کے ہاں ہرگز قابلِ قبول نہیں اور ایسا چلنے والے آخر الامر تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دین ایک مستقل قدر ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی وقت بھی کسی مصلحت کی بنا پر دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بلکہ دین کے اندر فرقہ بندی کو شرک سے تعبیر کیا ہے (۲/۱۲۰، ۳۰/۳۱-۳۲) چہ جائیکہ اس دین کی جگہ کسی دوسرے دین کو اختیار کیا جائے۔

چونکہ دین خدا کی طرف سے ہے اس لئے یہ محسوس و مشہود نشان (SYMBOL) یعنی قبلہ بھی خدا کی طرف سے ہے۔ اسی طرح اس دین کے محسوس نشان قبلہ یعنی مرکز، جس سے مقصود الدّین کا اتّباع ہے، کے علاوہ کسی اور

www.ebooksland.blogspot.com

مرکز کو اختیار کرنا بھی شرک ہے جو گناہِ عظیم ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا خدا کے ہاں قابلِ قبول نہیں۔ فلہٰذا ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کبھی بھی خواہ کچھ ہی حالات کیوں نہ ہوں، وقتی طور پر یا عارضی طور پر (مصلحتاً) خانہ کعبہ کی جگہ بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا ہو۔ یہ نظریہ حقائق اور قرآنی شواہد کی تضحیک ہے۔ یاد رہے قدم قدم پر شرک میں مبتلا ہونا باعثِ ذلت و خواری ہے جس کا لازمی صلہ ضبط و انحطاط اور محو و استیدال ہے۔

حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

روشن تاریخ

لیکن تاریخ بھی طرفہ تماشا ہے۔ اپنا دھارا جس طرف چاہے اور جیسا چاہے موڑ لیتی ہے۔ جب تک قلزمِ قرآن کے سواحل میں محفوظ رہی تو بصَآئِرُ لِلنَّاسِ $\frac{45}{20}$ رہی۔ جب ان سواحل سے نا آشنا ہوئی تو عصائے عُمیاں بن گئی۔ جب تک یہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہی تو امیرِ کارواں بنی رہی۔ اور جب کفر و طغیان کی خود فریب وادیوں میں اُتری تو منزلِ آوارگاں بن گئی۔ جب تک یہ خمخانۂ حجاز کے سربمہر آبگینوں میں انسانوں تک پہنچتی رہی تو حق و باطل کا معیار بنی رہی اور جو نہی یہ اقلیمِ ابلاس کے قصرِ مشیّد کی مرمریں روشوں پر چلی تو ظنّ و وسواس کا شاہکار بن گئی۔ کبھی یہ قصرِ سلطانی کے گنبد پر جلوہ بار ہو کر تزکِ "اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ" بن گئی۔ کہیں اس نے رفقائے رسولؐ کو دست و گریباں دکھایا تو کہیں حق و باطل کو باہم پیمانِ دفا باندھتے دکھایا۔ اس کے شبخونی چہروں کے متعلق یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو گیا کہ یہ سب کچھ ابلیسی سازش کا نتیجہ ہے یا خود آسیب زدہ ذہنِ انسانی کی عشوہ طرازیاں! خیال اغلب یہی ہے کہ ان دونوں نے یہ گل کھلائے کہ:۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی ٭ یہ اُمت روایات میں کھو گئی

یہاں پر وہ انسان مراد ہے جو اقبالؒ کے الفاظ میں:۔

یہی آدم ہے سلطاں بحر و بر کا ٭ کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا
نہ خود بیں نے خدا بیں نے جہاں بیں ٭ یہی شاہکار ہے تیرے ہنر کا!

سند قرآن ہے

قرآن نے بتایا کہ مسلمان تو کجا تمام بنی نوعِ انسان کا قبلہ خانۂ کعبہ (مسجد الحرام) ہے جو مکہ میں ہے $\frac{3}{96}$!

www.ebooksland.blogspot.com

لیکن تاریخ نے بتایا کہ ہمیں مسلمانوں کا قبلۂ اوّل بیت المقدس ہے۔ قلبِ سلیم رکھنے والا ہر انسان حیران ہوگا کہ قرآن کے مقابلہ میں انسانوں کے خود ساختہ نوشتوں کو کیوں اہمیت دی جا رہی ہے۔ قرآن حکیم کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہونے کی حیثیت سے مجھے قرآنِ حکیم پر تاریخ کی برتری (SUPERIORITY) قبول کرنے میں تامّل ہے بلکہ انکار ہے۔ کیونکہ ہمارا ایمان ہے اور جس پر رسالت مآبؐ کی سیرتِ طیبہ دلیل ہے کہ حق و باطل کا معیار صرف قرآن حکیم ہے جس کی رُو سے روزِ اوّل سے قبلہ خانۂ کعبہ ہے [۳/۹۶] اور اس کی اس مستقل حیثیت میں خواہ کچھ بھی وجہ ہو کبھی تبدیلی نہیں آسکتی۔

تاریخ کی فسوں سازیاں

تاریخ کی فسوں سازی کے سلسلہ میں مَیں اس وقت تعارف کے طور پر چند ایک حوالوں کا ذکر کروں گا۔ کیونکہ زیرِ نظر تصنیف میں مَیں نے تفصیلاً بحث کی ہے اور کافی حوالے اس میں مذکور ہیں:

اس وقت ہمارے سامنے مفتی محمد شفیع صاحب (مرحوم) سابق ناظم دارالعلوم کراچی کی تفسیر "معارف القرآن" کی پہلی جلد پڑی ہے جس میں آپ قبلہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

(الف) "اسی طرح ایک اہم چیز سمتِ قبلہ کی وحدت بھی ہے کہ اگرچہ اللہ جلّ شانہٗ کی ذات پاک ہر سمت و جہت سے بالاتر ہے۔ اس کے لئے شش جہت یکساں ہیں لیکن نماز میں اجتماعی صورت اور وحدت پیدا کرنے کے لئے تمام دنیا کے انسانوں کا رُخ کسی ایک ہی جہت و سمت کی طرف ہونا ایک بہترین اور آسان ذریعۂ وحدت کا ذریعہ ہے جس پر سارے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے انسان آسانی سے جمع ہو سکتے ہیں اب وہ ایک سمت و جہت کونسی ہو جس طرف ساری دنیا کا رُخ پھیرا جائے۔ اس کا فیصلہ اگر انسانوں پر چھوڑا جائے تو یہی ایک سب سے بڑی بنا اختلاف و نزاع بن جاتی ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کا تعیّن خود حضرت حق جلّ و علا شانہٗ کی طرف سے ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اتارا گیا تو فرشتوں کے ذریعہ بیت اللہ کعبہ کی بنیاد پہلے ہی رکھ دی گئی تھی۔ حضرت آدمؑ اور اولادِ آدم علیہ السلام کا سب سے پہلا قبلہ یہی بیت اللہ اور خانۂ کعبہ بنایا گیا۔"

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (۳/۹۶)	سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے برکت والا، ہدایت والا، جہان والوں کے لئے۔

نوح علیہ السلام تک سب کا قبلہ یہی بیت اللہ تھا۔ طوفانِ نوح علیہ السلام کے وقت پوری دنیا غرق ہو کر تباہ ہوگئی۔ بیت اللہ کی عمارت بھی منہدم ہوگئی اور ان کے بعد حضرت خلیل اللہ اور اسمٰعیل علیہ السلام نے دوبارہ بحکم خداوندی بیت اللہ کی تعمیر کی اور یہی ان کا اور ان کی اُمّت کا قبلہ رہا۔ اس کے بعد انبیاء بنی اسرائیل کے لئے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا گیا اور بقول ابو العالیہ انبیاء سابقین، جو بیت المقدس میں نماز پڑھتے تھے وہ بھی عمل ایسا کرتے تھے کہ صخرۂ بیت المقدس بھی سامنے رہے، اور بیت اللہ بھی (ذکرہ القرطبی)"

مذکورہ بالا بیان کے مطابق خانۂ کعبہ کو آدم اور اولادِ آدم کا سب سے پہلا قبلہ مقرر کیا گیا۔ اور اسی قبلہ کی تعمیرِ نو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے کی۔ اور یہی اُن کا اور اُن کی اُمّت کا قبلہ قرار پایا۔ لیکن انبیاء بنی اسرائیل کے لئے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کیا گیا۔ اور بقول ابو العالیہ انبیاء سابقین اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ بیت المقدس بھی سامنے رہے اور خانہ کعبہ بھی۔ لیکن انہیں ابو العالیہ کا بیان ہے کہ:۔

"حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد کا قبلہ بھی بیت اللہ کی طرف تھا۔ اور پھر ابو العالیہ نے نقل کیا ہے کہ ان کا ایک یہودی سے مناظرہ ہو گیا۔ یہودی نے کہا کہ موسےٰ علیہ السلام کا قبلہ صخرۂ بیت المقدس تھا۔ ابو العالیہ نے کہا، نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام صخرۂ بیت المقدس کے پاس نماز پڑھتے تھے مگر آپ کا رُخ بیت اللہ ہی کی طرف ہوتا تھا۔ یہودی نے انکار کیا تو ابو العالیہ نے کہا۔ اچھا، میرے تمہارے جھگڑے کا فیصلہ حضرت صالح علیہ السلام کی مسجد کر دے گی۔ جو بیت المقدس کے نیچے ایک پہاڑ پر ہے۔ دیکھا گیا تو اس کا قبلہ بیت اللہ کی طرف تھا۔

ملاحظہ کیا آپ نے۔ ایک ہی راوی دو متضاد بیان !! پہلے کہا کہ انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس مقرر ہوا (ظاہر ہے اس میں حضرت موسےٰؑ بھی شامل تھے۔) اور دوسری جگہ کہا کہ نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا قبلہ بیت اللہ خانۂ کعبہ ہی تھا۔ ایک بیان قرآن کے مطابق کہ بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰؑ کا قبلہ بھی خانۂ کعبہ ہی تھا۔ دُوسرے الفاظ میں بنی اسرائیل کا قبلہ بھی بیت اللہ ہی تھا اور دوسرا بیان تاریخ کے مطابق کہ بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ جناب مفتی صاحب پھر فرماتے ہیں:۔

www.ebooksland.blogspot.com

(ب) "حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم پر جب نماز فرض کی گئی۔ تو بقول بعض علماء ابتداً آپ کا قبلہ آپ کے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا قبلہ یعنی خانۂ کعبہ ہی قرار دیا گیا۔ مکّہ مکرّمہ سے ہجرت کرنے اور مدینۂ طیّبہ میں قیام کرنے کے بعد اور بعض روایات کے اعتبار سے ہجرتِ مدینہ سے کچھ پہلے آپ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا آپ بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنائیے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز ادا فرمائی۔ مسجد نبوی میں آج تک اس کی علامات موجود ہیں۔ جہاں کھڑے ہو کر آپ نے بیت المقدس کی طرف نمازیں ادا فرمائی تھیں (قرطبی)"

"حکمِ خداوندی کی تعمیل کے لئے تو سیّد المرسلؐ سرتاپا اطاعت تھے اور حکمِ خداوندی کے مطابق نمازیں بیت المقدس کی طرف ادا فرما رہے تھے۔ لیکن آپ کی طبعی رغبت اور دلی خواہش یہی تھی کہ آپ کا قبلہ پھر وہی آدم علیہ السّلام اور ابراہیم علیہ السّلام کا قبلہ قرار دیا جائے اور چونکہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں کی مُراد اور خواہش و رغبت کو پُورا فرماتے ہیں۔"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی یہ اُمید تھی کہ آپؐ کی تمنّا پوری کی جائے گی۔ اور اس لئے انتظارِ وحی میں آپ بار بار آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے تھے اس کا بیان قرآن کی اس آیت میں ہے:-

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

ہم دیکھ رہے ہیں آپ کا بار ہا آسمان کی طرف نظر اٹھانا، سو ہم آپ کا قبلہ وہی بدل دیں گے جو آپ کو پسند ہے اس لئے آئندہ آپ نماز میں اپنا رُخ مسجدِ حرام کی طرف کیا کریں۔

"اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تمنّا کا اظہار فرما کر اس کو پورا کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ کہ آئندہ آپؐ مسجد حرام کی طرف رُخ کیا کریں۔"

www.ebooksland.blogspot.com

معارف القرآن، جلد اوّل

تصنیف مفتی محمد شفیع صاحب (مرحوم)

مذکورہ بالا اقتباس میں مندرجہ ذیل باتیں خاص طور پر کہی گئی ہیں :-

۱۔ ہجرتِ مدینہ تک نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ خانۂ کعبہ ہی قرار دیا گیا۔

۲۔ ہجرت کرنے اور مدینہ طیبہ میں قیام کرنے کے بعد اور بعض روایات کے اعتبار سے ہجرتِ مدینہ سے کچھ پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنائیے۔

۳۔ قیامِ مدینہ کے سولہ سترہ ماہ بعد حضورؐ کو حکم دے دیا گیا کہ آئندہ آپ مسجدِ حرام کی طرف رُخ کیا کریں۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ حضورؐ کا بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم خواہ مکّہ میں آیا، خواہ ہجرت کے بعد مدینہ میں آیا اس کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سوال یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کا بنی نوع انسان کے لئے قبلہ کا حکم اور خاص طور پر حضورؐ کو ملّتِ ابراہیمیؑ کی پیروی کا حکم (جس کا قبلہ خانۂ کعبہ تھا) تو قرآن حکیم میں ہے۔ لیکن جس حکم کے تحت حضورؐ نے خانۂ کعبہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنایا وہ حکم کہاں ہے؟

حیرت تو اس بات پر ہے کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر خانۂ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم تو یہ لوگ قرآن حکیم سے پیش کرتے ہیں (اگرچہ اس کا مفہوم کچھ اور ہے) خانۂ کعبہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم یہ لوگ قرآن حکیم سے کیوں پیش نہیں کرتے۔ ہماری درخواست ان سے یہی ہے کہ للہ وہ حکم ہمیں قرآن حکیم سے بتا دیجئے جس کے تحت نبیِ اکرمؐ نے خانۂ کعبہ کی جگہ بیت المقدس کو قبلہ بنایا تھا۔ بات ختم ہو جاتی ہے کیونکہ قرآن حکیم میں ایک واضح حکم ہوتے ہوئے اس کا متبادل حکم بھی تو قرآن حکیم ہی میں ہونا چاہئیے۔ لیکن ہمارا چیلنج ہے کہ یہ لوگ قیامت تک قرآن حکیم سے ایسا حکم پیش نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ایسا حکم کبھی دیا ہی نہیں جو محتاجِ تحوّل و تبدّل ہو۔ یہ سب کچھ تاریخ کی غلط رپورٹنگ کا نتیجہ ہے قرآن سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں :-

ج۔ " مکّہ مکرّمہ میں ہجرت تک خانۂ کعبہ ہی مسلمانوں کا قبلہ تھا۔ اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ میں آپ کا قبلہ بیت المقدس کو قرار دے دیا گیا اور مدینہ منورہ میں سولہ سترہ مہینے حضورؐ

www.ebooksland.blogspot.com

نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اس کے بعد پھر آپ کا جو پہلا قبلہ تھا یعنی بیت اللہ اسی کی طرف نماز میں توجّہ کا حکم آگیا۔ اس سلسلہ میں یہ بیان کیا گیا کہ :۔

"تفسیر قرطبی میں بحوالہ ابو عمر داسی کو اصح القولین قرار دیا ہے اور حکمت اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد چونکہ قبائل یہود سے سابقہ پڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مانوس کرنے کے لئے انہی کا قبلہ باذنِ خداوندی اختیار کر لیا مگر پھر تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آنے والے نہیں، تو پھر آپ کو اپنے اصلی قبلہ یعنی بیت اللہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم مل گیا۔ جو آپ کو اپنے آباء ابراہیمؑ کا قبلہ ہونے کی وجہ سے طبعاً محبوب تھا۔"

(معارف القرآن از مفتی محمد شفیع مرحوم، جلد اول صفحہ ۳۷۵-۳۷۶)

آپ نے تاریخ کی فسوں سازیوں کو ملاحظہ فرمایا کہ حضورؐ نے یہود کو مانوس کرنے کے لئے انہی کے قبلہ بیت المقدس کو خدا کے حکم کے تحت اختیار کر لیا اور حضورؐ کا یہ فعل تجربے سے غلط ثابت ہُوا۔ یہ حکم اس خدا کا بتایا جاتا ہے جس نے حضورؐ کو یہود و نصاریٰ کے متعلق یہ فرمایا تھا۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُم بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِن وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (۲/۱۲۰)

"اے رسول! یاد رکھو اگر تم اپنے پاس علم آجانے پر بھی یہود اور نصاریٰ کی خواہشات پر چلے تو تمہیں خدا کے عذاب سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔"

اور دوسرے مقام پر رسالت مآبؐ سے یہ کہا کہ تمہارا فریضہ تو یہ ہے کہ :۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (۴۲/۱۵)

(سورۃ الشوریٰ مکہ میں نازل ہوئی)

"اے پیغمبر! تم لوگوں کو اس دین کی طرف دعوت دیتے رہنا اور جیسا تمہیں حکم ہُوا ہے اس پر قائم رہنا اور اہلِ کتاب (یہود اور نصاریٰ) کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔"

اس سلسلہ میں اب قارئین کرام کے سامنے جو قلب سلیم رکھتے ہیں ایک ایسی سورت کی آیت پیش کرتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یعنی سورۂ انعام جس میں اللہ تعالیٰ نے محوّلہ بالا آیات نمبر ۲/۱۲۰ اور ۴۲/۱۵ میں دیئے گئے احکامات کے اقرار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ ہی میں

www.ebooksland.blogspot.com

برملا کہلوایا ہے:-

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ (۶/۵۶)

"(اے پیغمبرؐ! کفار سے) کہہ دو کہ جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو، مجھے اُن کی عبادت سے منع کیا گیا ہے (یہ بھی) کہہ دو کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی ہرگز نہیں کروں گا۔ اگر ایسا کروں تو میں بھی تمہاری طرح گمراہ ہو جاؤں اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہوں۔"

مندرجہ بالا واضح ہدایات اور احکامات، جو کہ مکّہ ہی میں حضورؐ پر نازل ہو چکے تھے، کے ہوتے ہوئے ان کے برعکس اللہ تعالےٰ کا وہ کونسا اور کہاں حکم ہے جس کے تحت حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اصل قبلہ (خانۂ کعبہ) کو چھوڑ کر مصلحت کے طور پر قبائلِ یہود کو مانوس کرنے کے لئے اُن کے قبلہ (بیت المقدس) کو اختیار کر لیا؟

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں اب قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ کیا قرآنِ حکیم کا بیان صحیح ہے یا تاریخ کا، جسے مفتی صاحب نے بڑے مثالی انداز سے اپنی تصنیف "معارف القرآن" میں تحریر کیا ہے۔

د۔ اپنی اسی تصنیف کے صفحہ ۳۷۶-۳۷۵ پر مفتی صاحب فرماتے ہیں:-

"جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ قرآنِ کریم میں کہیں اس کی تصریح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو قبل از ہجرت یا بعد از ہجرت بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا۔"

اللہ کروڑ کروڑ جنّت نصیب کرے مفتی صاحب کو جنہوں نے ایسی صاف بات اپنی تصنیف میں درج کر دی۔ لیکن اُن کی اس سے تسلّی نہ ہوئی اور اس کے بعد یہ حصّہ بھی درج کر دیا:-

"بلکہ اس کا ثبوت صرف احادیث اور سنّت نبویّہ ہی سے ہے۔ تو جو چیز سنّت کے ذریعہ ثابت ہوئی تھی، اس آیتِ قرآنی نے اس کو منسوخ کر کے آپ کا قبلہ بیت اللہ کو بنا دیا (ایضاً)۔"

محولہ بالا اقتباس کے پہلے حصّہ سے یہ طے ہو گیا کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کا حکم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو قرآنِ حکیم میں نہ تو ہجرت سے پہلے مکّہ مکرّمہ میں دیا گیا اور نہ ہی ہجرت کے بعد

www.ebooksland.blogspot.com

مدینہ منورہ میں دیا گیا۔

اقتباس کے دوسرے حصہ کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ کی وہ کونسی حدیث اور سنّت تھی جس سے قرآنِ حکیم کے خلاف ایک چیز ثابت ہوئی (یعنی خانۂ کعبہ کی جگہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم اور پھر بیت المقدس سے خانۂ کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم) جو بعد ازاں قرآنِ حکیم نے منسوخ کر دی؟ ہمارا ایمان ہے کہ حضورؐ کا کوئی قول یا فعل قرآنِ حکیم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کس طرح باور کیا جاتا ہے کہ جو چیز احادیث اور سنّتِ نبویؐ سے ثابت ہو اُسے قرآن منسوخ کر دے؟

یہاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے محو و ثبت کا ایک اصول بیان فرمایا ہے۔

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ط (٤٢/٢٤)

"اللہ تعالیٰ اپنے قانونِ مشیّت کے مطابق باطل کو مٹاتا اور حق کو قائم رکھتا ہے"۔

گویا اللہ تعالیٰ اُس چیز کو مٹاتا (منسوخ کرتا) ہے جو باطل (تخریبی) ہوتی ہے اور قائم اُس کو رکھتا ہے جو حق (تعمیری) ہوتی ہے۔ تو کیا ہمارے مہربان یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضورؐ کی احادیث اور سنّت باطل بھی ہو سکتی ہیں جنہیں قرآنِ حکیم نے منسوخ کر دیا۔ کیا یہ کچھ کہہ کر یہ لوگ انسانِ کامل کی کہ جس کے بغیر تکمیلِ کائنات کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا یا سیرتِ طیبہ کو جسے بنی نوعِ انسان کے لئے نمونہ قرار دیا گیا ہو (۳۳/۲۱) داغدار کرنے کے مجرم نہیں ٹھہرتے؟ کیا انھیں ربّ پر ان کا یقین نہیں؟ ہماری ان مہربانوں سے یہی استدعا ہے کہ "ذرا رکو اور سوچو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اس ذاتِ یکتاؐ کے متعلق کہ جس نے اپنے معجزانہ کردار، گفتار اور رفتار کو اپنی نبوّت کے ثبوت اور شہادت کے طور پر کھلی کتاب کی طرح لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا"۔ ۱۰/۱۶ (سورۃ یونس)

یہاں تک تو بحث ہمارے مہربانوں کے اس بیان کے متعلق تھی جہاں (بقول اُن کے) قرآنِ حکیم نے احادیث اور سنّتِ نبویہؐ کو منسوخ کر دیا۔ لیکن اس سازش کا ایک اور پہلو بھی ہے جہاں (بقول اُنکے) احادیث نے قرآنِ حکیم کے واضح حکم کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اور قرآنِ حکیم کے حکم کے برعکس عمل ہوتا رہا۔ مثلاً دشمن سے حفاظتی تدابیر کے متعلق خواہ میدانِ جنگ ہو یا ویسے سفر کے دوران دشمن کی طرف سے

www.ebooksland.blogspot.com

کوئی خطرہ ہو تو حکمِ خداوندی ہے :-

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا (۴/۱۰۱)

"اور جب تم جنگ کے لئے باہر نکلو اور تمہیں دشمن کی طرف سے ضرر رسانی کا خطرہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ تم صلوٰۃ کو مختصر کر لیا کرو۔ اس لئے کہ مخالفین تو تمہارے کھلے دشمن ہیں اور ایسے مواقع کی گھات میں رہتے ہیں۔"

اور اس کی عملی صورت یہ بتائی :-

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ..... فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ..... (۴/۱۰۲-۱۰۳)

"اور (اے رسولؐ) جب تم خود اپنی جماعت کے ساتھ ہو اور قیامِ صلوٰۃ کا انتظام کرو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ آکر کھڑا ہو جائے اور اپنے ہتھیار سنبھالے رکھے اور جب یہ سجدہ کر چکیں تو پیچھے چلے جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک صلوٰۃ ادا نہیں کی تمہارے ساتھ صلوٰۃ میں شامل ہو جائے۔ یہ بھی اسی طرح احتیاط برتیں اور اپنے ہتھیار سنبھالے رکھیں اس لئے کہ تمہارے مخالفین تو دل سے چاہتے ہیں کہ تم ذرا اپنے اسلحہ اور سامان سے غافل ہو تو وہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ ...... اور جب تم دشمن کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ تو صلوٰۃ کو عام انداز سے قائم کرو۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صلوٰۃِ قصر کا حکم خطرے کی صورت میں دیا گیا ہے جس کی انتہائی شکل حالتِ جنگ یا میدانِ جنگ ہے۔ لیکن جناب مولانا فتح محمد جالندھری صاحب مرحوم و مولانا فتح الحمید صاحب صلوٰۃِ قصر کے ضمن میں قرآنِ حکیم کے ترجمے کے فٹ نوٹ میں فرماتے ہیں :-

www.ebooksland.blogspot.com

"سفر خواہ کسی غرض سے ہو اس میں نماز کا قصر کرنا یعنی چار چار رکعتوں کی جگہ دو دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے۔ آیت سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ جب کفار سے ایذا کا خوف ہو تب قصر کرنا چاہیئے لیکن احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسافر کو امن کی حالت میں بھی نماز کا قصر کرنا درست ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپؐ نے ظہر و عصر کی نماز منیٰ میں قصر کر کے پڑھی اور اس وقت کسی طرح کا خوف نہ تھا۔ ترمذی میں ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّہ اور مدینہ کے بیچ میں امن کی حالت میں دو دو رکعتیں پڑھیں تو سفر میں قصر کو حضرتؐ کی سنّت سمجھنا چاہیئے۔"

محولہ بالا فٹ نوٹ سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:۔

۱۔ قرآنِ حکیم کی رُو سے صلوٰۃ کو صرف اس وقت مختصر کرنا چاہیئے جب کفار کی طرف سے ایذا رسانی کا خوف ہو۔

۲۔ لیکن حدیثِ صحیحہ کی رُو سے مسافر کو امن کی حالت میں بھی نماز قصر کرنا درست ہے۔

۳۔ حضورؐ نے اس وقت بھی قصر کر کے نماز پڑھی جب کسی قسم کا خوف نہ تھا۔

۴۔ سفر میں قصر کو حضورؐ کی سنّت سمجھنا چاہیئے۔

تجزیہ

۱۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ صلوٰۃِ قصر کا حکم دشمن کی طرف سے ضرر رسانی کے خطرہ کے دوران سے متعلّق ہے یہ ایسا صریح اور واضح حکم ہے جو قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں۔

۲۔ کیا ہم اس روایت کو حضورؐ کی حدیث مان سکتے ہیں جو قرآنِ کریم کے سراسر خلاف ہو اور جس کا رُخ متضاد سمت کی طرف ہو۔

۳۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے کہ امن کی حالت میں صلوٰۃ عام انداز سے قائم کی جائے اور قصر اس وقت کی جائے جب دشمن کی طرف سے ایذا رسانی کا خطرہ ہو۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضورؐ کا کوئی عمل قرآن کے خلاف یعنی حکمِ ربّانی کے خلاف ہو سکتا ہے؟ برعکس اس کے صلوٰۃِ قصر کے

www.ebooksland.blogspot.com

حکم کے عین بعد میں صلوٰۃِ قصر کا موقع اور ادائے صلوٰۃِ قصر کا عملی طریقہ بصراحت بیان کر دیا گیا ہے۔ کیا صلوٰۃِ قصر کی وہ تشریح اور عملی صورت جو قرآنِ حکیم نے بیان کی ہے ہمارے ان مہربانوں کے لئے قابلِ قبول نہیں جو غلط روایات کا سہارا لے کر دینِ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنا چاہتے ہیں۔ دین کی اساس محکم صرف قرآنِ حکیم ہے۔ باقی تمام بولہبی!!

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی!

۴۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت صرف اتّباعِ قرآن ہے۔ اگر کسی جگہ حضورؐ کا کوئی قول یا فعل قرآنِ حکیم کے خلاف نظر آئے (جو مفروضہ غلط ہے) تو یقین جانیئے وہ حضورؐ کا قول یا فعل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ایسا حضورؐ کے ساتھ غلط منسوب کیا گیا ہے اور وہ حضورؐ کی سنّت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا محض سفر میں بلا مشروط صلوٰۃ کا قصر کرنا قرآنِ حکیم کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی ہے اور اسے حضورؐ کی سنّت قرار دینا رحمتِ عالمؐ پر اتّہام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کو کوئی بھی ترک یا رد نہیں کر سکتا۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ (۱۳:۴۱) اللہ کے حکم اور فیصلہ کے بعد کسی اور کا حکم یا فیصلہ نہیں چل سکتا۔ چہ جائیکہ ایک رسولؐ جس کی وساطت سے حکم ملا ہو وہ اس میں ردّ و بدل کر دے جس کا وہ امین ہوتا ہے۔

صلوٰۃِ قصر کا مسئلہ ضمناً سامنے آ گیا تھا جس کے متعلق کچھ کہے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا تھا کیونکہ یہ اسی مکتبِ فکر کی عکاسی کرتا تھا جو من گھڑت روایات کو قرآنِ حکیم پر حکم مانتے ہیں اس کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

ظن

محولہ بالا اقتباسات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ان سب بیانوں سے بےیقینی جھلکتی ہے۔ اور ان پر ظن اور قیاس غالب ہے۔ جو ان لوگوں کو حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا۔ ورنہ حقیقت تو وہی ہے جو قرآنِ حکیم نے بیان کی ہے کہ مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ بنی نوعِ انسان کا قبلہ خانہ کعبہ ہے جو مکہ میں ہے۔ ہمارے مہربان حقیقت کے عین قریب آکر U-ٹرن کر جاتے ہیں کیونکہ وہ ظن اور قیاس کو چھوڑنا نہیں

www.ebooksland.blogspot.com

چاہتے جوان ہوا کا سانپ بیل کی طرح چھپا ہوا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام ۶/۱۱۷)

"اے رسولؐ! اگر تم لوگوں کی اکثریت کے پیچھے لگے تو تمہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔ یہ تو محض ظن کے پیچھے چلتے ہیں اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔"

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (۱۰/۳۶)

"اور ظن (قیاس اور بے یقینی) تو حق کے ہم پلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے یہ اس کی جگہ کیونکر لے سکتا ہے۔ یہ حق کے مقابلہ میں کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔"

قرآن حکیم میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۸ اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۵۷ میں ظن حق کے علاوہ علم کے مقابلہ میں بھی آیا ہے۔ اور سورۃ البقرہ ہی کی آیت نمبر ۱۲۰ میں قرآن کو علم کہا گیا ہے۔ گویا قرآن ہی یقینی ہے۔ باقی سب ظنیات یعنی قیاس آرائیاں اور اٹکل ہے جس کی اساس گمراہی ہے۔

قرآن

مزید برآں قرآن حکیم کی محکمیت اور قطعیت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ یہ رسالت مآبؐ کے قلب اطہر پر بذریعہ وحی نازل ہوا۔ (۲۶/۱۹۴، ۲/۹۷) اور آپؐ نے اس کو مرتب اور مدوّن شکل میں اُمت کو دیا کیونکہ سلسلۂ انبیاء کرام کی آخری کڑی ہونے کی وجہ سے یہ بات آپ کے فریضۂ رسالت میں شامل تھی کہ دین کے سلسلہ میں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر وحی ہوا اسے آپ مرتب اور مدوّن شکل میں انسانوں کو دے کر جاتے۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ قرآن حکیم کو اب قیامت تک انسانوں کا ضابطۂ حیات اور دستور بن کر رہنا تھا۔ ختم نبوت کا یہی تقاضا تھا۔

روایات اور قرآن

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہے کہ جو شخص نبی اکرمؐ کی حدیث کو ماننے سے انکار کرے

www.ebooksland.blogspot.com

وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ موجودہ کتب روایات واقعی حضورؐ کے اقوال و افعال کا مجموعہ ہیں۔ کیونکہ یہ تقریباً تیسری صدی ہجری میں لکھی گئیں۔ ان کتب روایات کے اندر جو مواد ہے ان کے مصنفوں نے نہ تو اس کا خود مشاہدہ کیا اور نہ کسی مشاہدہ کرنے والے کو اپنے بیاض دکھا کر تصدیق کرائے جن اصحابؓ رسولؐ کا نام روایات سے منسلک کرتے ہیں وہ بھی تو اس وقت وفات پا چکے تھے جن کے سامنے اپنی روایات کا مجموعہ پیش کر کے تصدیق کرانا ممکن تھا۔ (ان کتب روایات کو مجموعہ روایات کی حد تک ہی رہنے دیجئے احادیث رسولؐ کا درجہ نہ دیجئے)

قرآن حکیم کے متعلق ایک عظیم شہادت

جہاں تک قرآن حکیم کا تعلق ہے حضورؐ نے اس کا خود مشاہدہ کیا کیونکہ یہ انہی کے قلب اطہر پر نازل ہوا تھا (۲/۹۷، ۲۶/۱۹۴) جس کی اللہ تعالیٰ نے خود شہادت دی اور حضورؐ نے اس کی تصدیق فرمائی:۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَہَادَۃً ط

"اے محمدؐ! ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر شہادت کس کی ہو سکتی ہے (کہ یہ قرآن تجھ پر وحی ہوا ہے)

قُلِ اللّٰہُ شَہِیْدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ (۶/۱۹)

"کہہ دیجئے کہ خدا ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے کہ یہ قرآن مجھ پر خدا کی طرف سے وحی ہوا ہے۔"

اسے کہتے ہیں تصدیق و تائید! یعنی ایک طرف خدائے عظیم کی شہادت کہ قرآن میری طرف سے نازل شدہ ہے۔ اور دوسری طرف حضورؐ کی تصدیق کہ واقعی یہ قرآن مجھ پر خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۲ اور جویانِ حق کے لئے صرف اور صرف اسی میں راہنمائی ہے جو انہیں منزلِ مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔ اس لئے اب اس وقت اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے فقط یہی ایک کتاب ہے جو یقینی اور قولِ فیصل ہے۔ لہٰذا جو بات قرآن کہے وہ صحیح ہے اور اگر اس کے برعکس کہیں سے کچھ ملے خواہ وہ کسی نے بھی کہا ہو اور کسی بھی کتاب میں ہو وہ سند نہیں ہو سکتا۔

www.ebooksland.blogspot.com

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اس شہادت کے پیشِ نظر کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ ۳/۹۶ خانۂ کعبہ ہی اوّلین قبلہ ہے۔ بیت المقدس قبلۂ اوّل کس طرح ہو سکتا ہے ؟ درآں حالیکہ صراحتاً تو کجا اس کا ذکر قرآنِ حکیم میں اشارۃً یا کنایتہً بھی نہیں آیا۔ کیونکہ THIS IS ALL OF THE QURAN

قارئینِ کرام حیران تو ہونگے کہ جب بیت المقدس کے قبلۂ اوّل ہونے کا ذکر قرآنِ حکیم میں کہیں نہیں تو پھر یہ ہماری تاریخ کا حقیقۂ بحیثیت قبلۂ اوّل کیسے بن گیا؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اس میں یہود کی تلبیس نظر آئے گی جو ہر دم صیہونیت کی اسلام پر برتری ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے نبیٔ اکرمؐ سے ایسی ایسی باتیں منسوب کیں جن کی ایک عام آدمی سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے ترکش سے پہلا تیر اس وقت نکالا جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی ہوئی اور یہ حضورؐ کو (بقول ان کے) ایک یہودی ورقہ بن نوفل کے "آستانۂ عالیہ" پر لے گئے اور اس نے حضورؐ کو یہ بتایا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہے اور آپ نبی ہیں۔

پھر آپؐ (بقول اُن کے) جب معراج کے وقت آسمانوں پر گئے۔ تو وہاں حضرت موسےٰؑ نے حضورؐ کی راہنمائی کی۔ اور پچاس کی بجائے پانچ نمازیں خدا کی طرف سے فرض ہوئیں۔ یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اس لئے میں طوالت میں نہیں جانا چاہتا۔ بہر حال یہاں بھی یہودیوں کے نبیؑ (جیسا کہ سمجھا جاتا ہے) کی SUPERIORITY دکھائی گئی۔

اس تلبیس کا شاہکار بیت المقدس ہے جسے مسلمانوں کا قبلۂ اوّل بنایا گیا اور حضورؐ ختمی المرتبت کو خانۂ کعبہ کی بجائے جو کہ حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے قبلہ چلا آ رہا تھا، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دکھایا گیا۔ یعنی مکّہ مکرمہ میں ۳/۱ قرآنِ حکیم نازل ہونے کے باوصف ابھی تک حضورؐ کو علم نہ ہو سکا کہ جس دینِ ابراہیمیؑ کے آپ مجدّد ہیں اس کا قبلہ خانۂ کعبہ ہے اور پھر یہ بھی کہ خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو کے وقت حجرِ اسود نصب کرنے کی جہت سے آپ کو بھی معمارانِ حرم کی صف میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ خانۂ کعبہ ہی آپ کا قبلہ تھا۔ بایں ہمہ (بقول ہمارے مہربانوں کے) مکّہ مکرّمہ سے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں سولہ سترہ مہینہ تک یہودیوں کی پیروی میں (معاذ اللہ) آپ خانۂ کعبہ کی بجائے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر کہیں جا کر خانۂ کعبہ کی طرف رُخ موڑا۔

www.ebooksland.blogspot.com

یہ ہیں وہ اسرائیلیات جن کو مسلمان سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور ان کے خلاف بات سننا تک گوارا نہیں کرتے ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مشفق دوست

اس رُوح فرسا سازش کا ذکر میں اکثر اپنے احباب سے کرتا رہتا تھا۔ ان میں سرفہرست جناب شہزادہ عمر ارسلان درّانی صاحب ہیں۔ جو ایک نہایت ہی مشفق، منفق اور مخلص دوست ہیں۔ معاملہ فہمی اور حقیقت شناسی کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بدرجۂ اُتم عطا کیا ہے۔ میں اکثر اپنا سینہ کھول کر اُن کے سامنے رکھتا اور کہتا درّانی صاحب :-

"پھونک ڈالا ہے میری آتش نوائی نے مجھے
اور میری زندگانی کا یہی حاصل بھی ہے

وہ روز روز کی باتیں سُن کر تنگ آگئے کہ ایک دن وہ مجھ پر برس پڑے اور کہنے لگے:" کہ یہ جو کچھ تم اپنے سینہ میں دبائے بیٹھے ہو اسے باہر نکالو۔ یہ ملّت کی امانت ہے۔ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ نہ جانے کب سفرِ آخرت کا بلاوا آجائے۔ اسے ملّت کے حوالے کر دو"۔ پہلے تو میں اس سرزنش سے جھنجھلایا۔ پھر میں نے کہا کہ درّانی صاحب ٹھیک ہی تو کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ میں سمجھا ہوں اسے دوسروں تک پہنچا دوں اور پھر میں اس پر کمربستہ ہو گیا کہ :-

دکھاؤں گا جہاں کو جو میری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا (اقبالؒ)

ڈاکٹر اسرار احمد

ابھی میں قلم دوات اور کاغذ سنبھال ہی رہا تھا کہ جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ۔ ایم۔بی۔بی۔ایس (پنجاب) ایم۔اے اسلامیات (کراچی) ماڈل ٹاؤن لاہور کی لاہو

www.ebooksland.blogspot.com

ٹیلیویژن سے مورخہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ یعنی ۷ راگست ۱۹۷۸ء بوقت چھ بجے شب "الکتاب" کے موضوع پر پارہ دوم کے بارے میں تقریر سننے میں آئی جس میں آپ نے فرمایا:

"کہ اس پارہ میں اور امور کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نبی اکرمؐ کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی بجائے خانۂ کعبہ کو قبلہ بنائیں۔"

چونکہ ڈاکٹر اسرار احمد بزعم خویش ایک ابھرتے ہوئے عالم تھے اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ پیشتر اس کے کہ ہم اپنی زیر تجویز تصنیف کی بسم اللہ کریں، چلتے چلتے ڈاکٹر صاحب سے بھی ذرا مصافحہ ہو جائے اور ان سے پوچھ لیا جائے کہ صاحب آپ کے پاس اس بات کی کیا سند ہے کہ حضورؐ نے خانۂ کعبہ کی بجائے بیت المقدس کو قبلہ بنایا اور پھر بعد میں اللہ تعالےٰ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اب بیت المقدس کی بجائے خانۂ کعبہ کو قبلہ بنائیں۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب سے جو خط و کتابت ہوئی اس پر بحث اپنے مقام پر آئے گی۔ سردست یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں مایوس کیا اور اس معاملہ پر چپ سادھ لی۔

سیّد احمد سعید صاحب کاظمی

اس کے بعد ہم پھر اسی مقام پر آ گئے جہاں سے سلسلۂ کلام منقطع ہوا تھا لیکن اس دوران جناب سید احمد سعید صاحب کاظمی صدر جماعت اہلسنّت پاکستان کا ایک مضمون بعنوان "رجم اسلامی سزا ہے" لاہور سے شائع ہونے والے روزنامہ جنگ کے SUPPLEMENT "اقرا" میں نظر سے گزرا جو اپریل ۱۹۸۲ء کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوا تھا (یہ سپلیمنٹ ہمارے پاس محفوظ ہے) مضمون تو رجم کی سزا سے متعلق تھا لیکن رجم کی سزا کو (جس کا حکم قرآنِ حکیم میں کہیں نہیں) قرآنی حکم ثابت کرنے کے لئے سید صاحب نے تحویلِ قبلہ اور بیت المقدس کا خدا کی طرف سے قبلۂ اوّل ہونے کا مفروضہ دلیل کے طور پر پیش کیا۔ اب تو ہمارے لئے یہ بہت ہی ضروری ہو گیا کہ ہم اس نظریہ کی حقیقت کو جو کہ حضورؐ کی سیرت طیّبہ پر طعن ہے لوگوں کے سامنے لائیں۔

چونکہ رجم کا ضمناً ذکر آ گیا ہے اور تحویلِ قبلہ اور رجم کے دلائل ایک ہی نوعیت کے ہیں ہم نے مناسب سمجھا کہ رجم کے بارے میں بھی قرآنِ حکیم کی روشنی میں مختصراً مگر بصراحت کچھ عرض کر دیا جائے یہ بحث بھی زیر نظر تصنیف میں مناسب مقام پر آئے گی۔

www.ebooksland.blogspot.com

کتاب کی اہمیت

ان حالات کے تحت اب ہم نے بلا توقف قلم، دوات اور کاغذ پر توفیقِ ایزدی گرفت سخت کر دی اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اے ارض و سموٰت اور انفس و آفاق کو عدم سے وجود میں لانے والے! اے عصمتِ محمدؐ اور بلد الامین کے نگہدار! مجھے ہمت اور حوصلہ عطا فرما کہ میں تیرے دین کی عظمت اور تیرے محبوب کی عصمت کی خاطر جس چیز کا بیڑا اٹھانے لگا ہوں اس سے مجھے سرخرو کر۔ میں جانتا ہوں کہ حق کی آواز لوگوں تک پہنچانے میں مجھے ان گنت دشوار گزار گھاٹیوں اور سنگلاخ وادیوں سے گزرنا پڑے گا، بوجوہ انتہائی مخالف سمت سے پالا پڑے گا۔ اور تنقید و تضحیک کی خار دار جھاڑیوں کی روشوں پر چلنا ہوگا۔ کیونکہ آج تک تاریخِ انسانی اس قسم کی کتاب پیش نہیں کر سکی جسے پیش کرنے کا عزم میں نے کیا ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ نام نہاد متفق علیہ نظریہ کو چیلنج کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی بھڑوں کے چھتہ میں ہاتھ دیدے۔ بہرحال

رواں دواں ہی رہا کاروانِ صدق و صفا
اگرچہ راہ میں سنگِ گراں بھی آئے ہیں!

یہ کاروانِ فکر و نظر شمعِ قرآنی کی روشنی میں آگے بڑھتا رہا اور ہدی خواں نے مژدہ سنایا۔

لو آسماں پہ چمکا نظرِ کرم کا تارا
منزل قریب تر ہے منزل نما پکارا

مجھے یقین ہے کہ مہربانانِ ضمیر و نگاہ میری معروضات پر ضرور غور فرمائیں گے اور میری حوصلہ افزائی فرمائیں گے کہ میں اس کے سوا اور کوئی صلہ نہیں چاہتا کہ ؎

سرمۂ مفت نظر ہوں میری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احسان مرا!!

میں کسی مخالف سے خائف نہیں صرف اتنا ضرور کہوں گا کہ جو کچھ بھی کہنا ہو قرآن کی زبان میں کہیئے۔ اسرائیلیات کے لہجے میں کچھ نہ کہیئے۔ اگر قلبِ سلیم رکھنے والے ایک آدمی کے قلب و نگاہ میں بھی یہ حقیقت اتر گئی تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ کیونکہ پھر دیئے سے دیا جلتا رہے گا اور ایک وقت آئے گا کہ :-

www.ebooksland.blogspot.com

اٹھا جو مینا بدست ساقی رہی نہ کچھ تاب ضبط باقی
تمام میکش پکار اُٹھے، یہاں سے پہلے یہاں سے پہلے
اہلِ نظر اس کتاب کے حوالے دینے میں فخر محسوس کریں گے اور کیفیت یہ ہوگی کہ:۔
جب نہ تھے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

تصریفُ الآیات

بات ختم کرنے سے پہلے چند وضاحتیں ضروری سمجھتا ہوں۔ میں قرآن حکیم کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ میں نے حتی الامکان قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے وہی اصول اختیار کئے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عطا کئے ہیں۔ ان میں سے ایک اصول تصریفُ الآیات کا ہے یعنی آیاتِ قرآنی کو بار بار اور پھیر پھیر کر بیان کرنا تاکہ اصل مفہوم نکھر کر سامنے آجائے اور پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۱۰۶

"اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ صاحب علم لوگ پکار اٹھیں کہ تو نے ہم پر سب کچھ واضح کر دیا۔"

میں نے اپنی اس تصنیف میں خدا کا بتایا ہُوا یہ اسلوب اس لئے اختیار کیا ہے کہ مختلف مقامات پر بار بار ایک ہی چیز کو ایک ربط اور قرینہ کے ساتھ دہرایا جائے تاکہ مفہوم نکھر کر سامنے آجائے اور کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے۔

لیکن ہمارے لئے وہ مقام بڑا ہی روح فرسا ہوتا ہے جب ایک مسلّمہ امر اور حقیقت ثابتہ کو ثابت کرنے کا تقاضہ کیا جائے مثلاً جب سورج پوری شدت کے ساتھ چمک رہا ہو اور اس پر کوئی یہ کہے کہ ثابت کرو کہ سورج چمک رہا ہے لیکن ایسی بات کوئی مسخرہ ہی کر سکتا ہے کوئی اور نہیں۔ بہر حال زیرِ نظر تصنیف میں میں نے کوئی تشنگی نہیں چھوڑی اور اس باب میں کہ قبلۂ اوّل و آخر خانہ کعبہ یعنی مسجد الحرام ہی ہے جو مکہ میں ہے مختلف زاویوں سے ثبوت مہیا کئے ہیں اور پھیر پھیر کر متعدد دلائل اور مختلف اسالیب اختیار کئے ہیں جو ایک ہی مقام پہ مجتمع ہو گئے ہیں کہ قبلۂ اوّل و آخر خانہ کعبہ ہی ہے جو مکہ میں ہے جس کی مستقل حیثیت (STATUS) میں کبھی بھی کسی قسم کا تحوّل و تبدل رونما نہیں ہُوا اور یہی توحید کی علامت ہے جو اسلام کا

www.ebooksland.blogspot.com

طرۂ امتیاز ہے۔

مفہوم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۲/۱۲)
"ہم نے اس قرآن کو عربی میں اس لئے نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو۔"

چنانچہ قرآن عربی ہی میں قرآن ہے جس کا ایسا ترجمہ کسی اور زبان میں ممکن نہیں جو قرآنی مفہوم کو واضح کرسکے حتیٰ کہ اس کا عربی زبان میں ترجمہ بھی مفہوم کو واضح نہیں کرسکتا۔ اس لئے اس کا TRANSLATION کرنے کی بجائے مفہوم ہی بیان کیا جاسکتا ہے۔ میں نے بھی زیر نظر تصنیف میں اکثر مفہوم ہی دیا ہے۔ اگرچہ جہاں ممکن ہوسکا ترجمہ بھی پیش کیا ہے لیکن مفہوم بیان کرتے وقت قرآنی راہنمائی پر انحصار کیا گیا ہے کسی انسانی معیار یا ذہنی پیداوار کے تابع نہیں رکھا گیا۔ انسانی معیار تو ہر آن بدلتے رہتے ہیں، قرآنی حقائق غیر متبدل ہیں۔

حرفے اُو را رَیب نَے تبدیل نَے
آیہ اَش شرمندۂ تاویل نَے !

وسعتِ مضمون

اگرچہ گفتگو کا موضوع قبلہ ہے لیکن اس کتاب میں بہت سے امور ایسے بھی آگئے ہیں جو اصولی ہیں اور اُن کا نفسِ مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ ان میں سرفہرست نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہے۔ اس سلسلہ میں ایسے گوشے مختلف انداز سے پیش کئے گئے ہیں جہاں ہمارے مہربانوں نے فقدانِ فکر و نظر اور تنگیٔ داماں کی وجہ سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو داغدار کرکے پیش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ چنانچہ عصائے کلیمی اور تیشۂ ابراہیمی سے ایسے تمام اسرائیلیاتی اور سومناتی بتوں کو ایک ایک کرکے پیوندِ زمیں کر دیا گیا ہے۔

حضورؐ کی منفرد حیثیت کے سلسلہ میں قرآنِ حکیم کے علاوہ ایک مشہور فرانسیسی غیر مسلم (عیسائی) مفکر LAMARTINE کے تاثرات کے موتی بھی صفاتِ محمدیؐ کی لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ حضورؐ

www.ebooksland.blogspot.com

کی بعثت کا مقصد، امام النّاس حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مثالی شخصیت، ذرّیت حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور حضرت اسحٰقؑ کا فکری اتصال اور اُن کا ایک ہی دین سے اعتصام ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سب ایک ہی دین (اسلام) کے حامل تھے جس سلسلہ کی آخری کڑی ختمی المرتبت اور انسانِ کامل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے بعد دنیا کو کسی قسم کے نبی یا ہادی طریقت کی احتیاج باقی نہ رہی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دُعا کے بعد

زیر نظر کتاب میں مختلف مکاتیب فکر کے علماء و فضلاء کی کتابوں اور تفسیروں کے اقتباس مکمل صورت میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور اُن کا موازنہ قرآن حکیم سے کیا گیا ہے کہ کس کس طرح اُنہوں نے قرآنِ حکیم کا دامن چھوڑ کر ٹھوکریں کھائی ہیں۔

جہاں یہ کچھ ہے وہاں زیر نظر تصنیف کی افادیت اس لئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ اپنے دامن میں بکثرت، عام معلوماتی (INFORMATORY) تعلیمی (EDUCATIVE) اور اصلاحی (REFORMATORY) پہلو بھی لئے ہوئے ہے جو ایک قلب سلیم رکھنے والے طالبعلم کی منزل کی راہیں آسان کر دے گا:-

کہہ جاتا ہوں میں زورِ جنوں میں ترے اسرار
مجھ کو بھی صلہ دے میری آشفتہ سری کا

بیت المقدس مُسلمانوں (اُمّتِ محمّدیہ) کا ورثہ ہے!

اگرچہ بیت المقدس کبھی بھی مسلمانوں کا قبلہ نہیں رہا۔ کیونکہ اصل قبلہ خانۂ کعبہ ہی ہے جو وحدتِ دین، تصوّرِ حیات اور خدا کے وجُود (EXISTENCE) کی مشہود شہادت اور نشان ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمانوں کا بیت المقدس سے کوئی تعلّق نہیں۔ بیت المقدس مسلمانوں کی میراث ہے۔ کیونکہ یہ اکثر انبیائے کرام کا گہوارہ رہا ہے۔ انبیاء کرام اچانک یا اپنی مرضی سے خود بخود منصب رسالت پر فائز نہیں ہو جاتے تھے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے طے شدہ پروگرام کے تحت خدائی انتخاب کے ذریعے مامُور ہوتے تھے۔ وہ اس لئے کہ ابتداء میں سب ایک ہی طرح کی زندگی بسر کرتے تھے، نہ ان میں اختلاف تھا

www.ebooksland.blogspot.com

نہ مخاصمت لیکن جوں جوں کاروانِ انسانیت آگے بڑھتا گیا اُن کے باہمی مفادات میں ٹکراؤ پیدا ہونے کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اور ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کا جذبہ بیدار ہونے لگا۔ آخر کار یہ جذبہ گروہ بندی پر منتج ہوا جس نے بحر و بر کو فساد کی لپیٹ میں لے لیا لیکن:۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط ۲/۲۱۳

"چونکہ اللہ تعالیٰ کو مقصود تھا کہ تمام افرادِ انسانیہ ایک ہی اُمّت بن کر رہیں۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو اپنی وحی دے کر بھیجا۔ وہ انہیں اختلافی زندگی کے نتائج سے آگاہ کرتے اور ایک برادری بن کر رہنے کی زندگی کے خوشگوار ثمرات کی خوشخبری سناتے۔ ہر نبیؑ اپنے ساتھ قوانین خداوندی کا ضابطہ (الکتاب) لاتا۔ جو حق پر مبنی ہوتا تاکہ وہ لوگوں کے اختلافی امور کا فیصلہ کرے"۔

یہ انبیاء کرام ایک ہی دین کے حامل تھے اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۲/۱۳۶، ۲/۲۸۵، ۳/۸۴ "چونکہ سب انبیاء کا سرچشمہ ہدایت ایک ہی تھا کسی ایک نبیؑ کی تعلیم کو دوسرے نبیؑ کی تعلیم سے جدا نہیں کیا جا سکتا"۔ یہی وہ دین تھا جس کے اتباع کی وصیّت حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کو کی تھی (۲/۱۳۲)۔ یہی وہ مسلک تھا جس کی پیروی اور فرمانبرداری کا اقرار حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) نے اپنی اولاد سے لیا تھا۔ (۲/۱۳۳) اس کے بعد بتکرار یہ وضاحت کر دی گئی کہ ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ مثلاً موسیٰؑ، عیسیٰؑ و دیگر جملہ انبیاءؑ جن کا خصوصی ذکر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۰ میں کر دیا گیا تھا ایک ملّت کے افراد اور ایک ہی دین کے پیغامبرؑ تھے اور اس تمام سلسلۂ نبوّت (INSTITUTION OF NABUWWAT) کے وارث اور آخری کڑی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس نسبت کے ساتھ اُمّتِ محمدیہؐ اس سارے سلسلہ کی وارث ٹھہری، اس طرح اس سلسلہ (INSTITUTION) کے جتنے بھی مشہور اہم اور تاریخی مقامات تھے اُن سب کے آخری وارث مسلمان ہیں۔ چنانچہ بیت المقدس بھی مسلمانوں کا ورثہ ہے کیونکہ وراثت کا اصول یہ ہے کہ یہ ہر آن آگے منتقل ہوتی رہتی ہے اور اسلاف سے اخلاف تک پہنچتی رہتی ہے۔ جو اس کے حقیقی مالک کہلاتے ہیں۔ چنانچہ یہ وراثت سلسلۂ نبوّت کے اختتام پر آخری بار اُمّتِ محمدیہ (ملّتِ اسلامیہ) کی تحویل میں آ گئی۔ جو قیامت تک اس کی تولیت میں رہے گی۔

یہودی فاسق ہیں جہاں تک یہود کا تعلق ہے وہ سلسلۂ نبوّت کی اِرتقاء کا ساتھ نہ دے

www.ebooksland.blogspot.com

سکے اور بعد میں آنے والے انبیاءؑ تو کیا انہوں نے اپنے ذنت کے موجود انبیاءؑ کی تضحیک کی اور اُن کے دین سے راہِ فرار اختیار کی۔ یہاں تک کہ اپنی اور اُن کی کتابوں پر تلبیس کی اور اپنی خواہشات کے مطابق ان میں حک و اضافہ کر دیا۔ گویا اُن کی اصل صورت ہی مسخ کر دی۔ یہ تھا اُن کا جُرم جس کی پاداش میں وہ اُسی جگہ رُک گئے جہاں سے اُن کا سلسلہ کاروانِ نبوت سے منقطع ہُوا۔ اس کی مثال اُس سنگترے جیسی ہے جس کا چھلکا پھٹ جائے اور اس کی پھانک چھلکے سے باہر نکل آئے۔ پھر اس سنگترے کی نشو و نما رُک جاتی ہے۔ نہ ہی اس میں رنگت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی شیرینی۔ اسی حالت میں گل سڑ جاتا ہے اور نقطۂ اختتام تک نہیں پہنچتا جہاں پر پھل پک کر پہنچتا ہے۔ وہ اس لئے کہ آگے بڑھنے کی صلاحیت اس میں ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کیفیت کو "فسق" کہا جاتا ہے بعینہٖ یہ کیفیت یہود کی ہے۔ جونہی نبوتِ جاریہ سے اُن کا سلسلہ منقطع ہُوا۔ اُن کی ذہنی نشو و نما رُک گئی اور وہ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس طرح وہ فاسق ٹھہرے۔ ان وجوہات کی بنا پر اُن مقاماتِ مقدسہ پر اُن فاسقوں کا کوئی حق نہیں۔ جن کا تعلق سلسلۂ نبوت سے ہے جو آگے بڑھا اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منتج ہُوا۔ چنانچہ یہ مقاماتِ مقدسہ مسلمانوں کا ورثہ ہیں جو بہرصورت ان کی تحویل میں رہنے چاہئیں۔

تعصب کی انتہا

صہیونی دسیسہ کاریاں اور دجل و فریب کوئی نئی بات نہیں یہ سب کچھ اُن کی سرشت میں شامل ہے۔ وحشت و بربریت اُن کی گھٹی میں ہے۔ ان کا کوئی ضابطۂ اخلاق نہیں۔ جور و ستم اور ظلم و استبداد اُن کا شیوہ ہے۔ مسلمانوں سے دشمنی کا یہ عالم ہے کہ (بقول اُن کے) جب اُن کے کوئی بچّہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کے کان میں یہ اذان دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا دنیا سے نام و نشان مٹانا ہے۔ اُن کے ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجانی ہے۔ اور اُن کی آبرو سے بھُوکے بھیڑیوں کی طرح کھیلنا ہے۔ اس لئے اگر ان کے اس سیلِ بے مہار کے آگے بند نہ باندھا گیا تو یہ مسلمانوں کے قریہ قریہ میں تباہی مچا دے گا۔ نہ عربوں کو چھوڑے گا نہ ایرانیوں کو، نہ مصری اس کی دست و برد سے بچ سکیں گے نہ پاکستانی۔ گویا ان تمام علاقوں کا وجود ہی اُنہیں اس لئے قابلِ برداشت نہیں کہ یہ مسلمان ممالک ہیں لیکن اس کے آگے بند اس وقت ممکن ہے جب:۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر (اقبالؒ)

www.ebooksland.blogspot.com

اُمتِ مسلمہ کی نشأۃِ ثانیہ کا راز اس کی وحدت میں مضمر ہے جب تک مسلمانانِ عالم بصورتِ ملّت سامنے نہیں آتے اور یک جان ہو کر رسوائے زمانہ یہود (اسرائیل) کے خلاف سربکف میدان میں نہیں آتے اپنی آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ "اے جہانوں کے پالنے والے! اے وہ کہ جس کے حیطۂ تصرف میں تمام کائناتی قوتیں ہیں مسلمانوں کے لئے وہ اسباب پیدا کر دے۔ جو تو نے بدر میں کئے تھے، یہ مسلمان تیرے وجود (EXISTENCE) کی زندہ شہادت ہیں۔"

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا

آج بھی وہی نقشہ ہے جو چودہ سو سال پہلے تھا:۔

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے!
وہی فطرتِ اسد اللّٰہی وہی مرحبی وہ عنتری!

آخر میں پھر دہرا دوں کہ بیت المقدس مسلمانوں کا ورثہ ہے اور اسے مسلمانوں کی تولیت میں رہنا چاہیئے۔ کیونکہ:۔ "عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث"

موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر مسلمانوں کے لئے اعلانِ جہاد اور عملی قتال کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ اُٹھئے اور قوتِ یدِ اللّٰہی سے اس ظالم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیجئے۔ اگر ہم نے یہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارا مقام لوٹا دے گا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کے الفاظ میں:۔

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

والسّلام

حسن عباس رضوی

www.ebooksland.blogspot.com

www.ebooksland.blogspot.com

باب ۔ ۱

تذکرہ

آغازِ کلام

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب، صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ۔ ایم۔بی۔بی۔ایس (پنجاب) ایم۔اے اسلامیات (کراچی) ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور نے ۲ر رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ یعنی ۷ر اگست ۱۹۷۸ء بوقت چھ بجے شام لاہور ٹیلیویژن سے "الکتاب" کے موضوع پر پارہ دوم کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس پارہ میں اور امور کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی بجائے خانۂ کعبہ کو قبلہ بنائیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا اور حضور کے وقت بیت المقدس کی بجائے خانۂ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم آیا۔ اس پر میں نے جناب ڈاکٹر صاحب کو ایک خط مورخہ ۱۹ر اگست ۱۹۷۸ء کو لکھا جس میں اُن کی مندرجہ بالا تقریر کے حوالے سے اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد یاد دلایا کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ ۳/۹۶ سب سے پہلے جس مقام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان یعنی اقوامِ عالم کے لئے مرکز قرار دیا گیا وہ یہی ہے جو مکّہ میں ہے یعنی مسجد الحرام جس کے حج کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور اُس کے بعد اُن سے عرض کیا کہ:۔

"یہ ایک حقیقت ہے کہ حضورؐ مکّہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی ذرّیت میں سے تھے بلکہ اُن کی دعا کی قبولیت تھے۔ جو اُنہوں نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت اللہ تعالےٰ سے مانگی تھی اور یہ بھی حقیقت ہے (اور جس کا ذکر آپ نے بھی مورخہ ۱۳؍۸ کو لاہور ٹیلیویژن سے ساتویں پارہ پر تقریر کے دوران کیا) کہ قریشِ مکّہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے اور دینِ ابراہیمی پر کاربند تھے جس کا مرکز اور قبلہ خانۂ کعبہ تھا۔"

"اس میں بھی شبہ نہیں کہ حضورؐ نے آنکھ مکّہ میں کھولی، وہیں جوان ہوئے اور عربوں ہی کی روایات اُن کے

www.ebooksland.blogspot.com

سامنے تھیں۔ بفرضِ محال اگر واضح احکامات موجود نہیں تھے (جو مفروضہ غلط ہے) تو بھی آپ کا قبلہ وہی ہوتا جو عربوں کا تھا، یعنی خانۂ کعبہ۔ اس لئے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضورؐ نے کب اور کس ہدایت کے تحت خانۂ کعبہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنایا؟"

گفتگو کا نقطہ متعین کرنے کے لئے ہم نے ڈاکٹر صاحب سے مندرجہ ذیل استفسارات کے جواب کے بارے میں لکھا:-

۱- حضورؐ کی ولادت سے پہلے عربوں اور بالخصوص قریش کا قبلہ کون سا تھا؟ اور عرب کس مقام کا حج کرتے تھے؟

۲- حضورؐ کی ولادت سے لے کر حضورؐ کے اعلانِ نبوت تک عربوں کا قبلہ کونسا تھا؟ اور عرب کس مقام کا حج کرتے تھے؟

۳- حضورؐ کے اعلانِ نبوت سے ہجرت تک عربوں کا قبلہ کون سا تھا؟ اور عرب کس مقام کا حج کرتے تھے؟

۴- اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کو ہی حج کا مقام بتایا ہے اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ۲۲/۲۷ اے ابراہیمؑ! لوگوں میں خانۂ کعبہ کے حج کا اعلان کردے" اس سے ظاہر ہے کہ خانۂ کعبہ عربوں ہی کا نہیں بلکہ بنی نوعِ انسان کے لئے مقامِ حج یعنی قبلہ تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے چلا آرہا تھا۔ اس لئے وہ کون سا حکم تھا جس کے تحت حضورؐ نے خانۂ کعبہ کی جگہ بیت المقدس کو قبلہ بنایا؟

۵- قبلہ کا بنیادی طور پر تعلق حج سے ہے۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی بیت المقدس کا حج کیا؟

۶- وہ کون سا حکم ہے جس کے تحت حضورؐ نے بیت المقدس کی جگہ خانۂ کعبہ کو قبلہ بنایا؟

۷- سورۂ نحل اور سورۂ الانعام مکّی سورتیں ہیں یعنی اُن کے اندر جو احکامات ہیں وہ مکّہ میں نازل ہوئے ہیں۔ آپ نے مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۷۸ء ۷ رمضان المبارک کو لاہور ٹیلیویژن سے تقریر کرتے ہوئے اس امر کی تصدیق کی تھی کہ سورۂ الانعام مکّہ میں نازل ہوئی تھی۔ میں ان دونوں سورتوں کی ایک ایک آیت عرض کرتا ہوں جس میں بصراحت ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو مکّہ ہی میں

www.ebooksland.blogspot.com

واضح اور رہنما اصول دے دیئے گئے تھے۔ مثلاً

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ ۱۶/۱۲۳

"(اے رسول) ہم نے تیری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم ہر طرف سے صرفِ نظر کر کے خالص مسلک ابراہیمی کا اتباع کرو۔"

اور اس پر حضورؐ کا اقرار:۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۶/۱۶۲

"کہہ دیجئے اللہ نے میری راہنمائی زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف کر دی ہے۔ یعنی ایسے دین کی طرف جو خود بھی قائم ہے اور انسانیت کے قیام کا باعث بھی ہے۔ یہ وہی دین ہے جسے حضرت ابراہیمؑ نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اختیار کیا تھا۔"

یہ بات مسلّمہ ہے کہ عرب بالخصوص قریش اور بنو ہاشم دینِ ابراہیمیؑ کے پیروکار تھے اور ان کا قبلہ بھی وہی تھا جو دین ابراہیمیؑ کا محسوس مرکز یعنی خانہ کعبہ تھا۔ اسی کا حج ہوتا تھا۔ اس لئے مذکورہ بالا قرآنی آیات کے خلاف وہ کونسا حکم تھا جس کے تحت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنایا۔ یہ تو رہی مکّی زندگی کی بات۔ آپ نے دوسرے پارے کے آغاز میں فرمایا تھا کہ اس کے احکام مدینہ میں نازل ہوئے تھے کیونکہ سورۃ البقرۃ مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس ضمن میں آپ نے فرمایا تھا کہ یہاں اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیا تھا۔ یہ بیان محوّلہ بالا آیات جو کہ مکہ میں نازل ہوئی تھیں کی رُو سے صحیح نہیں بیٹھتا کیونکہ دینِ ابراہیمیؑ کے اتباع کا حکم بصراحت مکّہ میں آچکا تھا اور اس حکم کے تحت حضورؐ کا قبلہ خانۂ کعبہ ہی تھا۔ جو قدیم قبلہ ہے فلہٰذا وہ کون سا قرآن کا حکم ہے جس کے تحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۶/۱۲۳ اور ۶/۱۶۲ میں دی گئی ہدایات کے برعکس بیت المقدس کو قبلہ بنایا؟

۸۔ اگر کوئی ایسا حکم نہیں جو قرآنِ مجید میں ہو تو پھر واضح راہنمائی کے ہوتے ہوئے خانۂ کعبہ کی جگہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا ملّتِ ابراہیمیؑ سے اعراض نہیں؟ اور کیا غلط روایات اور مفروضہ کی رُو سے (معاذ اللہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفہا کی صف میں کھڑا نہیں کر دیا کیونکہ ارشادِ

www.ebooksland.blogspot.com

الٰہی کے مطابق۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط ۲:۱۳۰

"وہ کون ہے جو دینِ ابراہیمؑ سے روگردانی کرتا ہے مگر وہ جس نے اپنے آپ کو احمق اور بیوقوف بنالیا، (گمراہ کرلیا)"

اپنے خط کے آخر میں ہم نے ڈاکٹر صاحب کو لکھا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ حکیم کی زندہ تفسیر ہیں۔ اُن کا کوئی قول یا فعل قرآنِ حکیم کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ ہماری نجات انہی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں مضمر ہے۔ تحویلِ قبلہ کی داستان سے ہمیں دُکھ ہُوا۔ اُمید ہے آپ میری راہنمائی فرمائیں گے اور جو نکات میں نے اٹھائے ہیں اُن پر روشنی ڈالیں گے جس کے لئے میں ممنون ہوں گا"

میری دو مرتبہ یاددہانی کرانے پر میرے اصل خط کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے خط نمبر ا۔خ۔ق ۱۹/۴/۱۷ مورخہ ۲۹ راگست ۱۹۷۸ء کو فرمایا:۔

"آپ کی ناراضگی بالکل بجا ہے۔ آپ کے تینوں خطوط مجھے ملے اور میری جانب سے جواب میں تاخیر ہی نہیں بلکہ کوتاہی ہوئی۔ معذرت خواہ ہوں۔ اس کا ایک سبب مسئلہ زیرِ بحث کی نوعیت بھی تھی۔ کہ جواب لامحالہ طویل درکار تھا۔ لہٰذا اس انتظار میں کہ ذرا سی فرصت ملے تو جواب تحریر کردوں، معاملہ مؤخر ہوتا چلا گیا۔ اب ایک یہ صورت سمجھ میں آئی ہے کہ ہم ایک ہی شہر میں مقیم ہیں تو خط وکتابت کی نسبت بہت آسان صورت یہ ہے کہ آپ کسی وقت تشریف لے آئیں اور مفصل گفتگو ہوجائے اس لئے کہ ظاہر ہے کہ ایک متفق علیہ مسئلے میں جو اشکال آپ کو ہے اس کا کوئی مختصر جواب تو ممکن نہیں۔ آپ نے یقیناً اس سلسلہ میں متعدد تفاسیر کا بھی مطالعہ کیا ہوگا اور حدیث وسیرت سے بھی مراجعت کی ہوگی۔ اس کے باوجود آپ کو اطمینان نہیں ہوسکا تو اس کے دلائل بھی آپ کے پاس ہوں گے۔ یہ مسائل اگر خط وکتابت میں زیرِ بحث لائے جائیں تو اس کے لئے بہت وقت درکار ہوگا۔ اور گفتگو میں انشاء اللہ ایک ہی نشست میں نتیجہ نکل آئے گا۔ یا تو آپ میرے دلائل سے مطمئن ہوجائیں گے یا پھر مجھ سے مایوس ہوجائیں گے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ تشریف لانے کی تکلیف گوارہ فرمائیں گے"

ڈاکٹر صاحب کا خط اس وقت ملا جب میں اپنی رہائش گاہ تبدیل کرکے اپنے ذاتی مکان میں منتقل ہورہا

www.ebooksland.blogspot.com

تھا۔ اسی دوران فائل کہیں دوسرے کاغذات کے ساتھ مل گئی اور بسیار تلاش کے باوجود نہ مل سکی آخر ایک دن پرانا ریکارڈ کھنگالتے وقت نئی رہائش گاہ میں غیر متعلقہ کاغذات میں سے یہ فائل مل گئی اور ڈاکٹر صاحب کو ان کے خط کا جواب معذرت کے ساتھ کافی دیر کے بعد یوں ارسال کیا:۔

"محترمی! علم کی تلاش میں تو انسان کہیں بھی جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے لیکن جس سلسلے میں آپ نے مجھے اپنے دولت خانے پر آنے کی دعوت دی ہے وہ سر دست مناسب نہیں وہ اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گفتگو مناظرہ کی سی صورت اختیار کر لیتی ہے جو نجی ملاقات کے آداب کے منافی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس طرح کی گفتگو، اکثر نہیں، بلکہ ہمیشہ متفرق اور غیر متعلقہ سمت کی طرف چل نکلتی ہے اور بات کہیں کی کہیں جا پہنچتی ہے۔ اور اصل مسئلہ جوں کا توں رہتا ہے۔ تحریراً جوابات کی جائے وہ کم از کم اپنی اصل کے گرد تو گھومتی ہے۔ اس لئے استدعا ہے کہ جن معلومات کے لئے میں نے آپ کو اپنے خط مورخہ ۸۰۔۷۔۱۹ کے ذریعے زحمت دی تھی براہِ کرم ان معلومات سے خاکسار کو نواز کر ممنون فرمائیں۔ زیرِ بحث مسئلہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ بیت المقدس کو اگر لوگ قبلۂ اوّل کہتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے برعکس ہے جو قرآن حکیم میں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۹۶ میں اس طرح جگمگ جگمگ کرتا نظر آتا ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ ۳/۹۶ سب سے پہلے جس مقام کو قبلہ مقرر کیا گیا وہ خانۂ کعبہ ہے جو مکّہ ہی میں ہے۔" آپ نے اپنے خط مورخہ ۸۰۔۹۔۲۸ میں میرے پاس میرے نظریہ کے متعلق دلائل ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ بفضلِ تعالیٰ میرے پاس دلائل ہیں جن کو ایک مستند کتاب کی تائید حاصل ہے لیکن اُن کو میں اگر ضرورت پڑی تو مناسب وقت پر پیش کروں گا۔ فی الحال میں بحث میں اُلجھنا نہیں چاہتا۔ سر دست آپ صرف میرے استفسارات کا جواب عطا فرمائیں؟

ڈاکٹر اسرار احمد کا اقرار یا فرار

اس سلسلے کی آخری کڑی میرا خط مورخہ ۸۲۔۳۔۲۸ ہے جس میں مَیں نے ڈاکٹر صاحب سے بصد ادب جواب کے لئے استدعا کی لیکن تاحال ان کی طرف سے کسی قسم کا جواب موصول نہیں ہوا۔ حالاں کہ اپنے پہلے خط اور یاد دہانی کے خطوط میں ڈاکٹر صاحب کو اُن کے جواب تحریر کرنے میں آسانی کے لئے کئی ایسے

www.ebooksland.blogspot.com

نکات (POINTS) کی طرف میں نے اشارہ کر دیا تھا۔ جو شاید اگر کوئی اور میری جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ میرا ذاتی خیال ہے خدا کرے کہ یہ خیال درست ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ پر از سرِ نو تفصیلاً غور فرما لیا ہو گا اور قرآنِ حکیم نے یقیناً ان کی راہ نمائی فرما دی ہو گی کہ تحویلِ قبلہ سے متعلق ان کا نقطۂ نگاہ صحیح نہیں تھا۔ اور قبلۂ اوّل خانہ کعبہ ہی ہے بیت المقدس نہیں۔ اور نہ ہی مسلمانوں کا بیت المقدس کبھی قبلہ رہا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کا میرے استفسارات کا جواب نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب یقیناً راہِ فرار اختیار کر چکے ہیں۔ اس پر یہی کہا جا سکتا ہے :۔

تھی اگر مے سے صراحی تیری خالی ساقی
تو چراغِ درِ میخانہ جلایا کیوں تھا
یوں اگر شورشِ ایام سے دب جانا تھا
کوچۂ عشق میں کیا کام تھا، آیا کیوں تھا

جس چیز کو ڈاکٹر صاحب ثابت نہ کر سکے۔ اس کا تذکرہ ہی انہوں نے کیوں فرمایا تھا اور وہ بھی ابلاغِ عامہ کے مرکز یعنی لاہور ٹیلیویژن اسٹیشن سے۔

ایک اور جیّد عالم

بہر حال میں اُن کے جواب کا منتظر رہا۔ کہ اتنے میں جناب سیّد احمد سعید کاظمی صاحب[۱] صدر جماعت اہلِ سنّت پاکستان کا ایک مضمون بعنوان "رجم اسلامی سزا ہے" لاہور سے شائع ہونے والے روزنامہ جنگ کے SUPPLEMENT "اِقرا" میں نظر سے گزرا۔ تاریخ اس پر نہیں شاید یہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوا مضمون تو رجم کی سزا سے متعلّق تھا لیکن رجم کی سزا جو کہ قرآنِ حکیم میں نہیں قرآنِ حکیم سے ثابت کرنے کے لئے سیّد صاحب نے تحویلِ قبلہ اور بیت المقدس کا خدا کی طرف سے قبلہ اوّل ہونے کا مفروضہ دلیل کے طور پر پیش کیا۔ سیّد احمد سعید کاظمی صاحب کی شخصیت ہمارے لئے قابلِ احترام ہے لیکن اس مضمون کو پڑھ کر حیرت ہوئی ہے اور اب کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ قبلہ کے متعلق وہ حقائق سامنے لائے جائیں جن سے بیت المقدس کو قبلہ اوّل کہنے والے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایاتِ الٰہی سے روگردانی کرنے والوں میں شمار کرنے والے کو اس غلط مفروضہ پر نظرِ ثانی پر مجبور کیا جائے۔ سیّد صاحب اپنے مضمون کا آغاز یوں کرتے ہیں :۔

"رجم کو قرآن اور اسلام کے خلاف کہنا صحیح نہیں کیونکہ قرآنِ مجید کی کوئی آیت رجم کی نفی نہیں کرتی

[۱] وہ اب مرحوم ہو چکے ہیں۔

www.ebooksland.blogspot.com

اور نہ ہی کوئی شرعی دلیل اس کے خلاف پائی جاتی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس رجم کے اسلامی حکم ہونے پر قرآنی آیات سے روشنی پڑتی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ رجم کو غیر اسلامی قرار دینا ایک مغالطہ ہے جس کی بنیاد حسب ذیل ہے :۔

"رجم کا ذکر قرآنِ مجید میں صراحتاً موجود نہیں اور جس بات کا ذکر قرآنِ حکیم میں صراحتاً نہ ہو، قرآن اور اسلام کے خلاف ہے"

سیّد صاحب کی تنقیہات

اس ضمن میں شاہ صاحب نے بحث کے لئے چار تنقیہات وضع کی ہیں اس وقت ہم صرف شق نمبر ۱، اور اس پر سید صاحب نے جو بحث کی ہے اس کے متعلق عرض کریں گے۔ جس میں سیّد صاحب ایک نہایت نازک مسئلہ زیرِ بحث لائے ہیں۔ چنانچہ شق نمبر ۱ پر گفتگو فرماتے ہوئے سیّد صاحب فرماتے ہیں:۔

۱۔ منکرینِ رجم کے مغالطے کی پہلی بنیاد کہ رجم کا ذکر قرآنِ مجید میں صراحتاً موجود نہیں اور جس بات کا ذکر قرآنِ حکیم میں صراحتاً نہ ہو وہ قرآن اور اسلام کے خلاف ہے" قرآن کی روشنی میں ان کا یہ کہنا درست نہیں۔ دیکھئے قرآنِ مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "اب بیوقوف لوگ (مشرکین ومنافقین) کہیں گے کہ مسلمانوں کو اُن کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ تھے"۔ (سورۃُ البقرۃ آیت ۱۴۲)

"اس آیت میں صراحتاً موجود ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا قبلہ تھا جس سے انہیں دوسرے قبلے کی طرف پھیر دیا گیا۔ اور یہ بات بھی قرآنِ مجید میں صراحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ پہلا قبلہ اللہ تعالےٰ ہی نے مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔" اے رسول! آپ اس سے پہلے جس قبلہ پر تھے اُسے ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے"۔ یہاں صراحتاً مذکور ہے کہ وہ پہلا قبلہ اللہ تعالےٰ ہی نے مقرر فرمایا تھا لیکن سارے قرآن میں اس کے مقرر کرنے کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں۔ اور نہ یہ مذکور ہے کہ اس قبلہ کا نام کیا ہے؟ حالانکہ تحویلِ قبلہ سے پہلے اس کا قبلہ ہونا اسلامی حکم تھا۔ اور اس کے قبلۂ اُولیٰ ہونے کا اعتقاد قیامت تک اسلامی عقیدہ رہے گا جس کا ثبوت صرف سنّت وحدیث سے ملتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اس کی کوئی صراحت نہیں پائی جاتی"۔

www.ebooksland.blogspot.com

"ثابت یہ ہوا کہ جس حکم کی صراحت قرآن مجید میں نہ ہو اسے مطلقاً غیر اسلامی کہنا قطعی باطل ہے۔"

قبلہ شاہ صاحب نے اپنے بیان میں فرمایا ہے کہ:۔

۱۔ مسلمانوں کا کوئی ایسا قبلہ تھا جس سے انہیں دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

۲۔ پہلا قبلہ اللہ تعالےٰ ہی نے مقرر فرمایا تھا لیکن سارے قرآن میں اس کے مقرر کرنے کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں اور نہ یہ مذکور ہے کہ اس قبلہ کا نام کیا ہے حالانکہ تحویلِ قبلہ سے پہلے اس کا قبلہ ہونا اسلامی حکم تھا۔

۳۔ اس کے قبلۂ اوّلی ہونے کا اعتقاد قیامت تک رہے گا۔

۴۔ خانۂ کعبہ دوسرا قبلہ ہے جس کی طرف مسلمانوں کو پھیر دیا گیا۔

شق نمبرا۔ پہلے تو عرض یہ ہے کہ سَیَقُوْلُ السُّفَھَآءُ والے بیان کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں سیاق و سباق کے مطابق اصل قبلہ (خانہ کعبہ) سے یہود اور نصاریٰ نے رُوگردانی کی تھی کیونکہ اس آیت میں ھُم، ھِم اور کانُوا کی ضمیریں "سفھا" کی طرف لوٹتی ہیں جو سورۃ البقرۃ کے بیمانے (آیت ۱۳۰) وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰھٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط کے مطابق ملّتِ ابراہیمی سے رُوگردانی کر چکے تھے جس کا قبلہ خانۂ کعبہ تھا۔ مسلمان تو ملّتِ ابراہیمی کے پیروکار تھے اور اس پر قائم تھے۔ (۲/۱۳۵) وہ کیسے اصل قبلہ سے پھر سکتے تھے۔

شق نمبر ۲-۳:۔ اس سلسلہ میں عرض کر دوں کہ قبلہ کا تعلق بنیادی طور پر حج سے ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانۂ کعبہ کو تعمیر کر چکے تو خدا کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ۲۲/۲۷ "لوگوں میں حج کے لئے ندا کر دو" اسی طرح اگر اللہ تعالےٰ نے "بیتُ المقدس" کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا تھا (جو مفروضہ غلط ہے) تو اصل اصول کے مطابق اس کے حج کا بھی حکم ہونا چاہیئے تھا اور یہ بھی کہ کیا نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان حج کے لئے کبھی "بیتُ المقدس" گئے۔ سیّد صاحب ہی کے اعتراف کے مطابق سارے قرآن میں بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں۔ اور نہ ہی یہ مذکور ہے کہ اس قبلہ کا نام کیا ہے؟

رہی یہ بات کہ تحویلِ قبلہ سے پہلے اس کا قبلہ ہونا اسلامی حکم تھا۔ تو عرض ہے کہ کیا اسلام کا کوئی حکم قرآن کے خلاف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام وہ دین (نظامِ حیات) ہے جس کے بنیادی اصول (BASIC PRINCIPLES)

www.ebooksland.blogspot.com

اور مستقل اقتدار (PERMANENT VALUES) قرآن حکیم میں بصراحت دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا جو نظام قرآنی اصولوں اور مستقل اقتدار پر استوار ہوتا ہے۔ اس میں اور قرآنی احکامات میں ہرگز ٹکراؤ نہیں ہو سکتا۔ فلہٰذا بیت المقدس کا مسلمانوں کا قبلۂ اوّل ہونا ہرگز اسلامی حکم نہیں تھا۔ یہ سب ہوائی باتیں ہیں حقیقت سے ان کا دُور کا بھی تعلق نہیں۔

شق نمبر ۴ :۔ قبلہ شاہ صاحب نے خانۂ کعبہ کو دوسرا قبلہ (قبلۂ دوم) قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہی عرض کروں گا کہ اس سے بڑھ کر کونسی شہادت ہو سکتی ہے کہ :

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۳/۹۶ .....

وَمَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ۳/۹۶

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا (اقبالؒ)

عزیزانِ من! خدا کی شہادت سے بڑھکر اور کس کی شہادت ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ بنی نوعِ انسان یعنی اقوامِ عالم کا قبلہ (قبلۂ اوّل) خانہ کعبہ ہے جس کیلئے قرآن حکیم میں بیت العتیق (قدیم گھر) کے الفاظ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو کے وقت کہلوائے جو قدیم کی جدید شکل ہے۔

www.ebooksland.blogspot.com

www.ebooksland.blogspot.com

باب ـ ۲

تبصرہ

دو اہم مسائل

اب تک دو مسائل ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ایک رجم اور دوسرا بیت المقدس بحیثیت قبلۂ اول جسے رجم کا قرآنی حکم ہونے کی دلیل میں بطور شہادت پیش کیا گیا۔ اب ہم ان دونوں پر علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں۔

۱۔ رجم

قرآن حکیم میں جرم زنا کی سزا اس طرح بیان کی گئی ہے:۔

۱۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (۲۴/۲)

"زانی عورت اور زانی مرد دونوں کو سو سو کوڑوں کی سزا دو۔"

اس آیت میں زانی اور زانیہ کے شروع میں الف اور لام (ال) ہے جو اسم کو معرفہ بنانے یعنی متعین کرنے کے لئے آتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح انگریزی زبان میں "THE" آتا ہے رَجُلٌ کوئی آدمی "MAN" اور اَلرَّجُلُ وہ خاص آدمی "THE MAN" یعنی پہلے کسی چیز کا عمومی ذکر آتا ہے اور پھر اس کے بعد جب پھر اُسی چیز کا ذکر آئے تو "ال" بڑھا دیتا[۱]۔ مثلاً

...كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ (۷۳/۱۵-۱۶)

"...جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی۔"

دوسرا اسلوب:۔ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (۹/۴۰) "جب[۲] وہ دونوں غار میں تھے۔" یہاں اَلْغَارِ

---

[۱]، [۲] بحوالہ لغات القرآن از محترم غلام احمد پرویز

www.ebooksland.blogspot.com

سے پہلے کسی غار کا ذکر نہیں آیا، پھر بھی پہلی مرتبہ ہی اُسے الغار کہا گیا ہے۔ اس سے مراد وُہ غار تھا جس کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ کون سا غار ہے۔ یعنی غارِ ثور۔ گویا غارِ ثور کہنے کی بجائے لوگ عُرفِ عام میں اُسے غار ہی کہتے تھے۔

تیسرا اسلوب:۔ جب وقت یا زمانہ متعین کیا جائے۔ مثلاً اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (۵/۳) "آج کے دن یا اس دَور میں ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔"

چوتھا اسلوب:۔ استغراق:۔ جب کسی پُوری کی پُوری نَوع کا ذکر ہو یعنی کُلّ کے معنوں میں۔ مثلاً وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (۴/۲۸) "انسان کی خلقت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ یہ جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔" یہاں یہ خصوصیت تمام نوعِ انسان کی بتائی گئی ہے جسے اِستغراق کہتے ہیں۔

پہلے تین اسالیب میں سے کسی ایک کا اطلاق بھی زیرِ نظر آیت (۲۴/۲) میں استعمال شدہ "ال" پر نہیں ہوتا کیونکہ نہ ہی تو اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ سے پہلے کسی زانیہ یا زانی کا ذکر ہے اور نہ ہی کسی خاص زانیہ اور زانی کو متعین کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ النّور کی آیت نمبر ۲۴/۲ میں استغراق کا اسلوب لاگو ہوگا جس کی رُو سے یہاں مُراد ہر قسم کی زانیہ اور ہر قسم کا زانی ہے۔ اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں کہ کنوارے ہیں یا شادی شدہ۔ گویا قرآن کی رُو سے زنا کے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کی سزا خواہ وہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ ہر ایک کے لئے سَو سَو کوڑے ہے جو بالکل صاف اور واضح صریح حکم ہے جس میں کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہٰذا سیّد صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن حکیم میں زانی کی سزا جو سَو کوڑے مقرر کی گئی ہے وہ صرف کنواروں کے لئے ہے صحیح نہیں۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ سیّد صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ رجم کا ذکر قرآن حکیم میں صراحت کے ساتھ نہیں آیا۔ البتّہ آیاتِ قرآنی سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ رجم کی سزا بھی خدا کی طرف سے ہوتی تو اس کا ذکر بھی قرآن حکیم میں اسی طرح صراحت کے ساتھ ہوتا جس طرح زنا کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے کوڑوں کی سزا کا حکم بصراحت موجود ہے۔ لہٰذا یہ ہے کہ زنا کا ارتکاب کرنے والے خواہ کسی قسم کے ہوں، یعنی کنوارے ہوں یا شادی شدہ ہر ایک کیلئے سَو سَو کوڑوں کی سزا ہے اور بس۔

نفاذِ حدود آرڈیننس

حکومت کی طرف سے جرم زنا (نفاذِ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء نافذ ہوا ہے۔ اس کی دفعہ (۲۵)

۱؎، ۲؎ بحوالہ لغات القرآن از محترم غلام احمد پرویز۔

www.ebooksland.blogspot.com

میں زنا کی سزا کے بارے میں اس طرح تشریح کی گئی ہے :-

"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (النور ۲-۳)

ترجمہ :- زانی عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سَو سَو کوڑے مارو اور تمہیں اُن پر ترس نہ آئے اللہ کا حکم ماننے میں، اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیئے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اُن کی سزا کے وقت موجود ہو۔ زانی مرد نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ عورت سے اور زانیہ عورت سے بھی نہیں نکاح کرتا مگر زانی یا مشرک مرد اور مومنین پر ایسا کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔"

ایک روایت ہے کہ اگر کنواری عورت کنوارے مرد سے زنا کرے تو اُن کو سَو سَو دُرّے لگائے جائیں اور اگر شادی شدہ عورت شادی شدہ مرد سے زنا کرے تو اُن کو سنگسار کیا جائے (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹)"

اس آرڈی ننس میں رجم کو مشکوٰۃ کی ایک روایت کے ذریعے امپورٹ (IMPORT) کیا گیا ہے۔ یہ آرڈی ننس بڑی تحقیق اور غور و فکر کے بعد بنایا گیا ہے۔ اس لئے اگر قرآن کا منشا شادی شدہ زانیہ اور زانی کے لئے رجم ہوتا تو اس کا حوالہ بھی سورۃ النور کی طرح اس آرڈی ننس میں ہوتا۔ رجم کے لئے روایت کا سہارا لینے کا مطلب یہ ہے کہ رجم کا حکم قرآن حکیم میں قطعاً نہیں ہے۔ لیکن سید صاحب اس بات پر مصر ہیں کہ اس کا ثبوت قرآنی آیات سے ملتا ہے۔ جیسا کہ بہ تکرار بیان کیا جا چکا ہے۔ اگر قرآنی آیات سے اس کا ثبوت ملتا تو یقیناً حدود آرڈی ننس کی محولا بالا دفعہ میں اس کا ذکر ہوتا اور روایت کا سہارا نہ لینا پڑتا۔

وحی کی اقسام؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن حکیم کی نصِ صریحہ کے برعکس نبیٔ اکرمؐ کوئی حکم جاری کر سکتے تھے جس

www.ebooksland.blogspot.com

کو وہ اللہ کی طرف منسوب کرتے۔ کیونکہ سیّد صاحب کا کہنا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل خدا کی وحی کے تتبع میں ہوتا تھا یعنی یا وحی جلی کے مطابق جو کہ قرآنِ حکیم میں ہے اور یا وحی خفی کی رُو سے جس کا ذکر قرآن میں نہیں۔ لیکن یہ حضور پر ہوتی تھی۔ سیّد صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ :۔

" اللہ تعالیٰ کا حکم اور اُس کی وحی قرآن پاک میں منحصر نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت اور حدیث بھی وحیٔ الٰہی اور حکم خداوندی ہے اور قطعی الثبوت ہونے کی صورت میں دونوں حکم یکساں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن وحیٔ جلی اور وحیٔ متلو ہے اور احادیث وحیٔ خفی اور وحی غیر متلو ہے۔ احکامِ شرع دونوں سے ثابت ہوتے ہیں۔"

اصل وحی

اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ قرآنِ حکیم میں کسی وحیٔ غیر متلو یا وحیٔ خفی کا ذکر نہیں اور نہ ہی وحی جلی اور وحی خفی کا امتیاز ہے۔ جہاں تک دین کا تعلق ہے صرف ایک ہی قسم کی وحیٔ نبوت ہے۔ جو نبیٔ اکرمؐ کی راہنمائی کے لئے اُنؐ کے قلبِ اطہر پر نازل ہوتی تھی : تاکہ اس کی روشنی میں آپؐ لوگوں کی راہنمائی فرمائیں، اسلامی نظامِ حیات کی تعمیر فرمائیں اور اسلامی تحریک کی قیادت کے فرائض سرانجام دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ (۲۱/۴۵)

" اے رسول! لوگوں سے کہہ دے (میرا اور کوئی ذریعہ اس کے سوا نہیں) کہ میں تمہاری راہ نمائی وحی خداوندی کے ساتھ کروں۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ وحی کہاں ہے اور کون سی ہے؟ چنانچہ اس ضمن میں اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کی زبان سے کہلوایا :۔

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (۶/۱۹)

"(اے محمدؐ) اُن سے پوچھو کہ ان حقائق کی صداقت کے لئے کس کی شہادت سب سے بڑی ہو سکتی ہے؟ میرے اور تمہارے درمیان خود خدا کی شہادت موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ قرآن مجھ پر اس

www.ebooksland.blogspot.com

لیئے وحی کیا ہے کہ میں اس کے ذریعے تمہاری راہ نمائی کروں اور اس سے انہیں بھی جن تک یہ بعد ازاں پہنچے زندگی کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کروں۔"

پہلے حضورؐ نے فرمایا کہ میں وحی کے ساتھ تمہاری راہنمائی کرتا ہوں اور اس جگہ بتایا القرآن ہی وہ وحی ہے جس کے ساتھ میں راہ نمائی کرتا ہوں۔ لہٰذا نبی اکرمؐ پر دین کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ وحی ہوتا تھا وہ قرآن حکیم کے اندر موجود ہے اور ایک ہی قسم کی وحی ہے۔ باقی سب خود ساختہ باتیں ہیں، جس کی روشنی میں حضورؐ اپنی صوابدید کے مطابق بذریعہ مشاورت فیصلے کرتے نصائح کرتے اور تشکیل جماعت کرتے اور جن امور میں اللہ تعالیٰ نے صرف اصول ہی دیئے اور جزئیات مقرر نہیں کیں وہ بذریعہ مشاورت جزئیات کا بھی تعین کرتے۔

اس سلسلے میں میں قرآن حکیم کی صرف دو آیات پیش کرتا ہوں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ کو قرآن حکیم میں جو صریح حکم ملتا وہ اس حکم کے متعین کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتے تھے کیونکہ انبیاء کرام کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ۔

۱۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (۲۱/۲۶،۲۷)

"وہ بات میں خدا کی کہی ہوئی بات سے آگے نہیں بڑھتے اور جو ان کا دائرہ کار مقرر کیا گیا ہے اسی میں رہ کر کام کرتے ہیں۔"

۲۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ (۶۹/۴۴-۴۶)

"اگر یہ رسول ہم سے ایسی بات منسوب کر دے جو ہم نے نہیں کہی تو ہم داہنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی رگ جاں کاٹ دیتے۔"

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ حضورؐ نے رجم کی سزا شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لئے مقرر کی۔ جبکہ قرآن میں "ال" کی وجہ سے زانیہ اور زانی (الزانیۃ والزانی) کے لئے سو سو کوڑوں کی سزا کا واضح حکم موجود ہے۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا تھا (جیسا کہ قرآن حکیم میں کئی اور مقامات پر ہے) اگر فعل زنا کو صرف CONDEMN ہی کیا جاتا اور کسی سزا کا تعین نہ کیا جاتا۔ تو اس صورت میں حضورؐ اس کی سزا کا تعین خود کر سکتے تھے۔ مثلاً خمر (شراب)، کے لئے کہا گیا ہے کہ یہ شیطانی فعل ہے۔ اس سے اجتناب کرو (۵/۹۰) کسی سزا کا تعین نہیں کیا گیا۔ یہاں چونکہ شراب نوشی کو مذموم (شیطانی) فعل قرار دیا گیا ہے اس لئے اب مجاز

www.ebooksland.blogspot.com

اتھارٹی اس چیز کا بندوبست کرے گی کہ کس طرح شراب نوشی کا قلع قمع ہو سکے۔ اس کے لئے وہ مؤثر قانون بنا سکتی ہے۔ لیکن اگر قرآنِ حکیم میں شراب نوشی کی سزا کا بصراحت ذکر ہوتا تو اس میں کوئی ردّوبدل یا حک و اضافہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ہاں البتہ اتنا ہو سکتا تھا کہ اس سزا پر عمل درآمد کے مناسب طریقے وضع کئے جائیں تاکہ جرم کا ارتکاب کرنے والے سزا سے بچ نہ سکیں۔ لہٰذا رجم کی سزا کا تصور سرے سے غلط ہے۔ نہ ہی اللہ تعالےٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی حضورؐ نے اس کو وضع کیا ہے۔ یہ صریحاً حضورؐ پر اتہام ہے اور آپ کی سیرتِ طیبہ کو داغدار کرنے کی مذموم سازش۔

(ب) تحویلِ قبلہ ؟

اپنے اس موقف کی تائید میں کہ اگرچہ رجم کا حکم قرآنِ حکیم میں صراحت کے ساتھ موجود نہیں۔ تاہم متعدد قرآنی آیات سے ثابت ہے کہ خدا کا حکم تھا۔ یہاں سیّد صاحب نے تحویلِ قبلہ کی مثال پیش کی ہے۔ اُن کے بیان کا جو اقتباس پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ اس میں آپ نے سورۃُ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۲ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:۔

ترجمہ:۔ "اب بے وقوف لوگ (مشرکین و منافقین) کہیں گے کہ مسلمانوں کو اُن کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ تھے۔"

جس آیت کا یہ ترجمہ دیا گیا ہے وہ آیت یوں ہے:۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا (۲:۱۴۲)

اس آیت کا سیّد صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل مشاہدات پیش خدمت ہیں:۔

پہلا مشاہدہ

اس آیت میں آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کا کہیں بھی ذکر نہیں کہ وہ اُس قبلہ سے پھر گئے تھے جس پر وہ تھے۔ یہ ایک سیدھی سادی سی بات ہے کہ مَا وَلّٰهُمْ میں هُمْ کی ضمیر (PRONOUN) سُفہا کی طرف لوٹتی ہے اسی طرح قِبْلَتِهِمْ میں هِمْ کی ضمیر اور کَانُوْا میں جو ضمیر ہے یہ بھی سُفہا کی طرف لوٹتی ہے گویا هُمْ، هِمْ اور کَانُوْا کی تینوں ضمیریں (PRONOUNS) اپنے اسم (NOUN) سفہا کی طرف لوٹتی ہیں۔ جو بصراحت

www.ebooksland.blogspot.com

اسی آیت کے شروع میں ہے اس طرح اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے :-

ترجمہ :"اب لوگوں میں سے ملّتِ ابراہیمیؑ سے اعراض کرنے والے (سُفہا) تعجّب سے پوچھیں گے ۔ کہ اُن (سُفہا) کو ان (سُفہا) کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ (سُفہا) تھے "

اس آیت کی رُو سے اصل قبلہ سے پھرنے والے تو یہود و نصاریٰ تھے نہ کہ مسلمان ۔ اس مفہوم اور اس آیت کا پس منظر بعد میں تفصیل سے عرض کیا جائے گا ۔ سرِ دست مقصود اتنا ہی ہے کہ لوگ اس کا ترجمہ کرتے وقت زبان کے تمام اسالیب کو بھول گئے اور اس آیت میں مسلمانوں کا لفظ اس طرح گھسیٹر دیا گیا کہ اس آیت کا مفہوم ہی بدل کر رہ گیا ۔ اس کی مزید اور مکمّل وضاحت اپنے مقام پر آئے گی ۔

دوسرا مشاہدہ

سیّد صاحب اور اُن کے ہم نواؤں کے ترجمے کے مطابق مسلمان بیت المقدس کی طرف سے پھر کر خانۂ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا چکے تھے لیکن ان ہی صاحبان کے ترجمے کی رُو سے اسی صورت کی آیت نمبر ۱۴۴ کے مطابق مثلاً :-

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠

"ہم تیرا آسمان کی طرف بار بار منہ پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں ۔ پس ہم تجھے پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے "

چنانچہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ ۲/۱۴۴

" پس پھیرے منہ اپنا مسجد الحرام کی طرف "

اس سے صاف ترشح ہوتا ہے کہ (ان کے ترجمے کے مطابق) نبیؐ اکرمؐ نے خانۂ کعبہ کی طرف اب منہ پھیرا اور اُسے اپنا قبلہ بنا لیا ۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صورت یہی ہے تو پھر وہ کون سا قبلہ تھا جس سے مسلمان سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ ۲/۱۴۲ کی آیت کے مطابق پہلے پھر چکے تھے جس پر سُفہا کو تعجّب تھا اور وہ کونسا قبلہ تھا جس کی طرف وہ اس وقت پھر رہے تھے ۔ جواب اصل قبلے کی طرف پھرنے کی آرزو کی جا رہی تھی جو پوری ہو گئی ۔ ان مہربانوں کے ترجمے کی رُو سے آیت نمبر ۱۴۲ اور آیت نمبر ۱۴۴ اب کوئی ربط دکھائی نہیں دیتا کیونکہ ان کے ترجمے کے مطابق تبدیلیٔ قبلہ کو شرفِ قبولیت بخشنے سے پہلے ہی بتا دیا گیا کہ قبلہ کی تبدیلی

www.ebooksland.blogspot.com

کے بعد دینِ ابراہیمیؑ سے اعراض برتنے والے (سُفہا) مسلمانوں کو طعنے دیں گے کہ انہیں اس قبلہ سے جس پر کہ وہ تھے کس نے پھیر دیا؟ یعنی تحویلِ قبلہ کا حکم (۲/۱۴۴) ابھی ہونا ہے اور اعتراض والا بیان پہلے آگیا (۲/۱۴۲) جیسے تنقید (CRITICISM) پہلے اور بیان (STATEMENT) بعد میں یا رواں تبصرہ (RUNNING COMMENTRY) پہلے اور کھیل بعد میں کیا بوالعجبی ہے؟ میں اپنے ان مہربانوں سے اتنا ضرور عرض کروں گا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ کسی دیوانے کی بڑ یا شاعر کی لب کشائی نہیں کہ جو چاہے کہہ دیا۔ قرآنِ حکیم کے الفاظ میں یہی کہنا پڑتا ہے کہ:-

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ ۴۷/۲۴

"انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ لوگ قرآنِ حکیم میں کیوں تدبّر (غور و فکر) نہیں کرتے۔ کیا قرآن کی طرف سے ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟"

تیسرا مشاہدہ

سیّد صاحب کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا قبلہ تھا جس سے انہیں دوسرے قبلے کی طرف پھیر دیا گیا اور یہ بات بھی قرآنِ مجید میں صراحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ پہلا قبلہ اللہ تعالےٰ ہی نے مقرر فرمایا تھا اس سلسلہ میں جو اعتراض ہم اٹھانا چاہتے تھے سیّد صاحب نے خود ہی اٹھا دیا کہ

"لیکن سارے قرآن میں اس کے مقرر کرنے کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں اور نہ یہ مذکور ہے کہ اس قبلے کا نام کیا ہے۔ اس کا ثبوت صرف سنّت اور حدیث سے ملتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اس کی کوئی صراحت نہیں پائی جاتی۔"

اس میں ہم صرف اتنا اضافہ کریں گے کہ جس چیز کا حکم قرآنِ حکیم میں موجود نہیں، وہ نہیں!! اُسے کہاں سے لایا جائے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو کبھی بھی قبلہ مقرر نہیں کیا۔ قرآنِ حکیم تو کیا کسی دوسری آسمانی کتاب سے بھی خدا کی طرف سے اس کو قبلہ مقرر کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

چوتھا مشاہدہ

سیّد صاحب نے بیت المقدس کو مسلمانوں کا قبلۂ اوّل (قبلۂ اُولیٰ) کہا ہے اور خانۂ کعبہ کو قبلہ دوم

www.ebooksland.blogspot.com

لیکن جب اللہ تعالٰے کی بارگاہ سے پوچھتے ہیں تو جواب ملتا ہے ؂ ۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ۴)

"بنی نوعِ انسان کے لئے سب سے پہلا گھر (مرکزِ قبلہ) جو مقرر کیا گیا وہ مکہ میں ہے جو اقوامِ عالم کے لئے ہدایت کا مرجع ہے اور بابرکت ہے"

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۔ ۳/۹۷

"یہ راہ نمائی بڑی بیّن اور واضح ہے یہی وہ مرکز تھا جہاں سے ابراہیمؑ کو اقوامِ عالم کی امامت کا مقامِ بلند حاصل ہوا تھا" ۲/۲۴-۲۵

اِس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰے کی طرف سے اوّل سے لیکر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف اور صرف ایک مرکز (قبلہ) مقرر کیا گیا تھا جو مکہ معظمہ میں ہے اور وہی قبلۂ اوّل ہے۔ بیت المقدس کے لئے قبلۂ اوّل کا لفظ استعمال کرنا شرکِ عظیم ہے یہ جسارت ہم سے تو نہیں ہو سکتی کہ ہم قبلۂ اوّل (خانہ کعبہ) کو قبلۂ دوم کہیں۔ ذرا سوچئے تو سہی کہ بیت المقدس کو قبلۂ اوّل کہنے سے خانہ کعبہ کی حیثیت ثانوی نہیں رہ جاتی جو نصِ قرآنی کے خلاف ہے۔

لہٰذا جس مقام کو خدا کی طرف سے اقوامِ عالم کے لئے قبلہ مقرر کیا گیا اُس کا ذکر قرآنِ حکیم میں بصراحت موجود ہے۔ اگر بیت المقدس بھی کبھی قبلہ مقرر ہوتا تو اس کا ذکر بھی قرآنِ حکیم میں بصراحت موجود ہوتا۔ لیکن قرآنِ حکیم میں بصراحت تو کجا اشارۃً یا کنایۃً بھی اس کا ذکر موجود نہیں پھر یہ مسلمانوں کا قبلۂ اول کس طرح ٹھہرا؟

پانچواں مشاہدہ

قرآنِ حکیم سے ثابت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو کبھی قبلہ نہیں بنایا۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ

(اگر تو اہلِ کتاب کے پاس ہر قسم کی دلیل عقلی و علمی لے آئے تو بھی) وہ تیرے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اس لئے کہ تو بھی تو اُن کے قبلہ کی پیروی کرنے والا نہیں ہے"

تابع اسم فاعل ہے جو استمرار کے واسطے آیا ہے اور "ب" اس پر تاکید کے واسطے آئی ہے جس سے

www.ebooksland.blogspot.com

صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے قبل از نزولِ قرآن اہلِ کتاب کے قبلے کی ہرگز پیروی نہیں کی حضورؐ تو کجا

وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ (۲/۱۴۵)

"یہ خود ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کے متفرق اور جدا جدا قبلے تھے اور ان کا کوئی ایک مشترکہ قبلہ نہیں تھا۔ پھر مختلف قبلہ جات کی موجودگی میں نبیؐ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا حکمِ الٰہی خانہ کعبہ چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ کس طرح بنایا؟ مندرجہ بالا مشاہدات سے آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ صرف ایک لفظ کی غلط نسبت اور ترجمے نے قبلہ کی ہیئت اور مسلمانوں کے رخ کردار کو اوّل سے آخر تک بدل کر رکھ دیا :-

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج !

ڈاکٹر اسرار احمد کی تقریر کا تجزیہ

اسی سلسلے میں ہم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تقاریر کی طرف لوٹتے ہیں جو انہوں نے "الکتاب" کے موضوع پر قرآن حکیم کے پارہ دوم اور ہفتم مورخہ ۶ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۷۸ء اور اور ۱۳ اگست ۱۹۷۸ء کو لاہور ٹیلیویژن سٹیشن سے فرمائی تھیں۔ انہوں نے فرمایا تھا :-

ا۔ اس پارہ میں اور امور کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی بجائے خانۂ کعبہ کو قبلہ بنائیں۔

ب۔ قریش مکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے۔ اور دینِ ابراہیمی پر کاربند تھے جس کا مرکز اور قبلہ خانۂ کعبہ تھا۔

ج۔ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی تھی۔

الف :- مندرجہ بالا (ا) میں ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے اقتباس کے بارے میں کہ اللہ تعالےٰ نے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی بجائے خانۂ کعبہ کو قبلہ بنائیں رسید احمد سعید کاظمی صاحب کے مضمون کے حوالہ سے اس پر سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس قسم کا حکم اللہ تعالےٰ نے کبھی نہیں دیا تھا۔ اور نہ ہی قرآنِ حکیم میں اس قسم کا کوئی اشارہ ملتا ہے۔ بصد افسوس

www.ebooksland.blogspot.com

یہ کہنا پڑتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ہمارے استفسار کے جواب میں بالکل نہیں بتایا کہ خانہ کعبہ کی موجودگی میں جو کہ حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے بلکہ اکثر لوگوں کا خیال ہے جن میں مفتی محمد شفیع صاحب (مرحوم) بھی شامل ہیں کہ خانۂ کعبہ آدمؑ کے وقت سے مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ تمام اقوامِ عالم کا مرکز اور قبلہ چلا آرہا تھا۔ بیت المقدس کو قبلہ کب اور کس حکم کے تحت بنایا گیا تھا جسے بعد میں نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تبدیل کر کے پھر اصل قبلہ کی طرف لوٹنا پڑا۔ حیرت تو یہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں بیت المقدس کا ذکر دونوں مواقع کے سلسلہ میں کہیں بھی نہیں آیا۔

ب۔ ڈاکٹر صاحب اس امر کا اقرار کر چکے ہیں کہ قریشِ مکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے اور دین ابراہیمی پر کاربند تھے جس کا مرکز اور قبلہ خانۂ کعبہ تھا۔ جہاں تک نبیؐ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر واقدس کا تعلق ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضورؐ مکہ کے رہنے والے تھے جس کی شہادت اللہ نے خود دی ہے کہ

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۙ $\frac{90}{1-2}$	میں خود اس شہر مکہ کی حرمت کو شہادت پیش کرتا ہوں کہ تو اس شہر (مکہ) کا رہنے والا ہے۔

آپؐ حضرت ابراہیمؑ کی ذرّیت میں سے تھے اور عربوں ہی کی روایات آپؐ کے سامنے تھیں جو دینِ ابراہیمیؑ پر کاربند تھے۔ بفرضِ محال اگر واضح احکامات موجود نہیں تھے (جو مفروضہ غلط ہے) تو بھی آپ کا قبلہ وہی ہوگا اور ہونا چاہیئے، جو عربوں اور خاص کر قریش کا تھا یعنی خانہ کعبہ۔ اس لئے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضورؐ نے کب اور کس ہدایت کے تحت خانۂ کعبہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنایا۔

ادوارِ اربعہ

اس امر کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے کہ عربوں کا قبلہ شروع سے ہی خانہ کعبہ تھا ہم اُس دور کو مندرجہ ذیل حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں:۔

۱۔ حضورؐ کی ولادت سے پہلے کا زمانہ۔

۲۔ حضورؐ کی ولادت سے لے کر حضورؐ کے اعلانِ نبوّت تک کا زمانہ۔

۳۔ حضورؐ کے اعلانِ نبوّت سے ہجرت تک کا زمانہ۔

www.ebooksland.blogspot.com

۴۔ ہجرت کے بعد کا زمانہ۔

۱۔ حضورؐ کی ولادت سے پہلے کا زمانہ؟

جہاں تک حضورؐ کی ولادت سے پہلے کے زمانے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں ایک نہایت ہی اہم اور مشہور واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ جب یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ نے ۵۷۰ء میں جو حضورؐ کا سنِ ولادت ہے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے ہاتھیوں کی ایک عظیم الشان فوج لے کر ایام تشریق میں جن میں تمام عرب ہتھیار الگ رکھ کر رسومِ حج کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے ہیں، مکہ کی طرف کوچ کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا جناب عبدالمطلب نے جو کہ قریش کے سردار تھے ابرہہ سے رابطہ قائم کیا۔ اور اس سے کہا "کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔ آج تک اس نے اس پر کسی کو بھی مسلط نہیں ہونے دیا آپ جو کچھ ہم سے چاہیں لے لیں اور واپس چلے جائیں۔" ابرہہ یہ بات نہ مانا اور خانہ کعبہ پر چڑھائی کا مصمم ارادہ کر لیا۔ محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابرہہ کی لشکر گاہ سے واپس آکر عبدالمطلب نے جو خانہ کعبہ کے متولی تھے، قریش والوں سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں۔ قریش کے چند سردار حرم میں حاضر ہوئے اور کعبہ کے دروازہ کا کنڈا پکڑ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اس کے خادموں کی حفاظت فرمائے۔ اس ضمن میں ابنِ ہشام نے سیرت میں عبدالمطلب کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:۔

لاھمّ ان العبد یمنع رحلہ فامنع حلالک

"خدایا! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر۔"

ان کنت تارکھم وقبلتنا فامر ما بدالک

"اگر تو ان کو اور ہمارے قبلہ کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر"

(تفہیم القرآن الناس۔ الم نشرح) صفحہ ۹۹۔ ۹۸ از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

ان واقعات اور دعاؤں سے صاف ظاہر ہے کہ خانہ کعبہ اس وقت بھی خدا کے گھر کے نام سے موسوم تھا، وہی قریش کا قبلہ تھا اور عرب خانۂ کعبہ ہی کا حج کیا کرتے تھے۔ کیونکہ قبلہ کا تعلق بنیادی طور پر حج سے ہے۔ اس کو محفوظ رکھنے کے لئے وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے بچاؤ کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس مرکز اور قبلہ کے ہوتے ہوئے وہ کسی اور قبلہ کا تصوّر بھی نہیں کر

www.ebooksland.blogspot.com

سکتے تھے۔

۲۔ حضورؐ کی ولادت سے لیکر حضورؐ کے اعلانِ نبوّت تک کا زمانہ

خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی نبوّت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے جب خانۂ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کا واقعہ پیش آیا کہ:

"تمام قریش نے ملکر تعمیر شروع کی مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصّے آپس میں تقسیم کر لئے تھے کہ کوئی شرف سے محروم نہ رہ جائے لیکن جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو سخت جھگڑا پیدا ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ خدمت اسی کے ہاتھ سے انجام پائے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ چار دن تک یہ جھگڑا برپا رہا۔ پانچویں دن ابو اُمیّہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ معمر تھا رائے دی کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو شخص آئے وہی ثالث قرار دے دیا جائے۔ سب نے یہ رائے تسلیم کی۔ دوسرے دن تمام قبائل کے معزز آدمی موقع پر پہنچے۔ کرشمۂ ربّانی دیکھیں کہ صبح سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس پر پڑیں وہ جمالِ جہاں تاب چہرۂ محمّدیؐ تھا۔ لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ کیا کہ اس شرف سے تنہا بہرہ ور ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جو قبائل دعویدار ہیں سب کا ایک ایک سردار منتخب کر لیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر بچھا کر حجرِ اسود کو اس میں رکھ دیا اور سرداروں سے کہا کہ چادر کے چاروں کونے تھام لیں۔ اور اُوپر کو اٹھائیں۔ جب چادر موقع کے برابر آگئی تو آپؐ نے حجرِ اسود کو اُٹھا کر نصب فرما دیا۔ یہ گویا اشارہ تھا دینِ الٰہی کی عمارت کا۔ آخری تکمیلی پتھر بھی ان ہی ہاتھوں سے نصب ہوگا۔"

(سیرت النبیؐ حصہ اوّل صفحہ ۸۵-۱۸۴ تالیف علّامہ شبلی نعمانی)

مذکورہ صدر واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں بھی عربوں کا قبلہ خانۂ کعبہ تھا اور نبیؐ اکرم کا قبلہ مشہود وہی خانۂ کعبہ تھا جس کی اس وقت کی تعمیر میں آپؐ کا بھی حصّہ ہے اور حضورؐ کا اس سے تمسّک ظاہر

www.ebooksland.blogspot.com

ہوتا ہے۔

۳۔ حضورؐ کے اعلانِ نبوّت سے ہجرت تک کا زمانہ

براہیمؑ کی تلاش

آؤ پھر فصلِ بہاراں کا کریں کچھ تذکرہ
کچھ خیابان و گُل و گلزار کی باتیں کریں!

کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے دَور کے ابراہیمؑ کی تلاش میں غلطاں و پیچاں اُمّید و بیم کی ان گنت وادیوں میں سرگرداں مارا مارا پھر رہا ہے۔ زمانہ نے اس کی تلاش میں ہزاروں کروٹیں بدلیں اور شدّتِ تلاش میں ہر سانس کے ساتھ پکارتے ہوئے منزل کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ؎

اے سوارِ اشہبِ دَوراں بیا ‏‏‏ اے فروغِ دیدۂ امکاں بیا
در جہانِ ذکر و فکر و انس و جاں ‏‏‏ تُو صلوٰۃِ صبح تُو بانگِ اذاں

اُسے کیا خبر کہ دُعائے خلیلؑ بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اُدھر دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشنے والا ایک متلاشیٔ حق کو ایک رات مکّہ سے دُور اُس مقام پر لے گیا جس کا گرد و نواح مرکزِ تجلّیات یعنی خانۂ کعبہ تھا۔ اور جس مقام نے محسنِ انسانیت اور اس محسوس دنیا میں خدا کے محسوس نمائندہ کی جبینِ نیاز کو جھکتے دیکھا تھا تاکہ اس کا دامن راہنمائی کے جواہر پاروں سے بھر دے کیونکہ وہ اُس عبدِ مومن کی طلب و جستجو اور تپش و گداز کی دھڑکنوں کو سن ہی نہیں رہا تھا بلکہ اس کی بیتابیٔ نظارہ کو بھی دیکھ رہا تھا جس میں تمنّاؤں کو شرفِ باریابی حاصل ہوا۔ لینے والا اس طرح دامن پھیلائے کھڑا تھا جس طرح صدفِ تشنہ لب قطرۂ نیساں کی آرزو میں سینہ چاک کئے کھڑی ہو۔ قرآنِ حکیم نے اس شدّتِ آرزو کو ان الفاظ میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ؕ۹۳ ‏‏‏ "ہم نے تجھے تلاشِ حق میں سرگرداں پایا تو راستہ دکھا دیا۔"

پھر حکم ہوا :- يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ۷۴

"اے وہ کہ جس کے ذمّہ تمام دنیا کو سنوارنے اور جہانِ نو پیدا کرنے کا فریضہ عائد کیا گیا ہے

www.ebooksland.blogspot.com

اُٹھ اور نوعِ انسانی کو غلط راستے پر چلنے کے تباہ کن نتائج اور عواقب سے آگاہ کر دے اور اس حقیقت کا اعلان کر دے کہ کبریائی (SOVREIGNTY) صرف خدا کے لئے ہے "اٹھ کہ تیرے قیام میں نوعِ انسانی کا قیام مضمر ہے"!

(حوالہ بالا تینوں آیات سورۃ الضحیٰ، سورۃ المدثر اور سورۃ الانعام کی ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں)

ظہورِ قدسی

یہی وہ دور ہے جو قرآن کے نور اور آفتابِ عالمتاب کے ظہور سے بقعۂ نور بن گیا۔ یہی وہ ظہورِ قدسیؐ تھا جس کی خبر حضرت نوحؑ علیہ السلام نے جبلِ تین پر اپنے اہل کو دی تھی۔ یہی وہ سحابِ کرم ہے جس کا مژدہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو طورِ سینین پر سنایا تھا۔ یہی وہ مخبرِ کونین ہے جس کی بشارتیں حضرت عیسیٰؑ نے کوہِ زیتون پر اپنے حواریوں کو دی تھیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہی وہ حکیمؐ و اتالیقِ ربانی اور بشیرؐ و نذیرؐ تھا۔ جس کے لئے امام الناس اور اُن کے فرزندِ ارجمندؑ (ذبیح اللہ) نے مرکزِ انسانیت یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہونے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دامن پھیلایا تھا۔

وہ آنے والاؐ کچھ اس طرح آیا کہ جس کے آنے سے فضائے بسیط کی مفلوج رگوں میں پھر سے حرارت پیدا ہو گئی۔ بربطِ حیات کے ساکت و جامد تاروں میں ربطِ ارتعاش پیدا ہو گیا۔ قلزمِ حیات میں جس کے سوتے سوکھ چکے تھے تموّج پیدا ہو گیا۔ ابرِ رحمت کچھ اس انداز سے برسا کہ لق و دق صحرا کے ریگ زار غنچہ ہائے ہوشربا بن کر اُبھرے۔ گویا زمینِ مردہ نے گلستان اُگل دیئے۔ سمائے نیلگوں نے بڑھ کر ارضِ خاکی کے قدم لئے کہ آج پستیوں نے رفعتوں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور قصرِ ثریا کے مکین بے اختیار پکار اٹھے :-

بر خیز کہ آدم را ہنگامِ نمود آمد
ایں مشتِ غبارے را انجم بہ سجود آمد!

وہ آنے والاؐ "سراجًا منیرًا" بن کر آیا۔ کہ جس کے آنے سے مصنوعی روشنیوں کے مینار پیوندِ زمین ہو گئے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ۳۹/۶۹ "اور یہ زمین اپنے نشوونما دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھی" اور کہنے والے نے کہا ؎

www.ebooksland.blogspot.com

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

کہنے والا ایک ہی نہیں بزمِ کائنات کا ہر گوشہ پکار اٹھا ہ
اے ظہورِ تو شبابِ زندگی   جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی

مِلّتِ ابراہیمیؑ کے اتباع کا حکم

اب آفتابِ عالم تاب نے اپنی پوری تابانیوں اور ذمہ داریوں کے ساتھ خُدا کی طرف سے عطا کردہ امن و سلامتی کی ہزار ضمانتیں اپنے دامن میں لئے منزل کی طرف خراماں خراماں بڑھنا شروع کر دیا۔ اُن کا ہر قدم، ہر فعل اور ہر قول خدائے ذوالجلال کے مقرر کردہ پیمانوں میں گھر گیا، راہنمائی واضح تھی۔ منزل کا تعین ہو چکا تھا۔ ہر چیز نکھر کر سامنے آ چکی تھی ملّتِ ابراہیمیؑ کے اتباع کا حکم مکّہ ہی میں آ چکا تھا کہ۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ (سورۃ الروم مکّی آیت نمبر ۳۰ ۳۰/۳۰)

"(اے محمدؐ) تم ہر طرف سے صرفِ نظر کر کے دینِ ابراہیمیؑ کے قیام کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ"۔

مزید یاد دہانی کے طور پر یہ بھی ارشاد ہوا:۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۲۳/۱۶
(سورۃ نحل مکّی)

"پھر (اے پیغمبرؐ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کرو جو ہر طرف سے ہٹا ہُوا (صرف دینِ حق پر ہی کاربند رہنے والا) اور مشرکوں میں سے نہ تھا"۔

اس پر حضورؐ نے اقرار کیا کہ۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ ۱۶۲-۶/۱۶۳

"کہدو اللہ تعالےٰ نے میری راہنمائی زندگی کی سیدھی اور متوازن راہ کی طرف کر دی ہے یعنی ایسے دین کی طرف جو خود بھی قائم ہے اور انسانیت کے قیام کا باعث بھی ہے یعنی وہی دین ہے جسے

www.ebooksland.blogspot.com

ابراہیمؑ نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اختیار کیا تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا۔ یہ بھی کہہ دو، میری نماز، میری عبادت، میرا جینا اور مرنا سب خدائے رب العلمین ہی کے لئے ہے اور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ یعنی فرمانبرداری اسی کے حکم اور قانون کی ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی اور کے حکم اور قانون کا اتباع نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر سب سے پہلے میں نے اس کے سامنے جبینِ نیاز جھکائی ہے۔

مرکز بھی وہی

اس طرح نبیٔ اکرمؐ کو دینِ ابراہیمی کے داعی اور مبلّغ ہونے کا منصب بھی خدا کی طرف سے عطا ہو گیا تھا وہ دینِ ابراہیمیؑ جس کا مشہود و محسوس مرکز (کعبہ) پہلے سے ہی مکّہ میں موجود تھا جبکہ ساری انسانیت دعوتِ محمّدی پر لبیک کہتی ہوئی اُس مرکزِ مشہود کے گرد اکٹھا ہونا شروع ہو گئی۔ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ۲۲/۲۸ تاکہ اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ اس مرکز کے ساتھ وابستگی انسانیت کے لئے کس قدر حسین اور منفعت بخش ہے۔ اس واضح راہنمائی اور شہادتوں کے ہوتے ہوئے وہ کونسی ہدایت یا حکم تھا جس کے تحت اس مرکزِ انسانیت (قبلہ) کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا۔ محض غلط روایات کا سہارا لے کر قرآنی آیات کو منسوخ کرنا تو کوئی عقلمندی نہیں۔ دین ایک تصوّراتی چیز ہے جو اس وقت تک سمجھ میں نہیں آ سکتا جب تک اس کا محسوس اور مشہود مرکز بطورِ نمونہ "SYMBOL" آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔ دینِ ابراہیمیؑ کا SYMBOL جس کے مجدّد نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہی خانہ کعبہ (قدیم قبلہ) تھا۔ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ جو مکّہ میں ہے برکت والا ہے اور تمام اقوامِ عالم کے لئے ہدایت کا سرچشمہ۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ۳/۹۶ اور یہی وہ قبلہ ہے جس کا حج اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا اور خلیل اللہؑ سے کہا گیا کہ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ۲۲/۲۷ لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ حج کے لئے اس مقام (قبلۂ مشہود) پر اکٹھے ہوا کریں۔

معمارِ حرم

توحید پرستی کے مؤسسِ اُولیٰ اور مورثِ اعلیٰ حضرت خلیلؑ اور معمارِ حرم کا تعارف قرآن حکیم اس طرح کراتا ہے۔

www.ebooksland.blogspot.com

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرٰهِيْمَ ۵ إِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (۱۹/۴۱)

"اور (اے پیغمبر) الکتاب (قرآن) میں ابراہیمؑ کا ذکر اس طرح کر کہ وہ یقیناً مجسم سچائی تھا اور اللہ کا نبی تھا۔"

حضرت ابراہیمؑ کے منصب امامت پر سرفراز ہونے کی کڑیاں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرٰهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ط (۲/۱۲۴)

"جب ابراہیمؑ کے لئے اس کی مضمر صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع بہم پہنچائے گئے تو معلوم ہوا کہ اُس کی صلاحیتیں تکمیل پا چکی ہیں"۔

ظاہر ہے کہ جس کی صلاحیتیں اس حد تک تکمیل پا چکی ہوں یقیناً وہ دوسرے انسانوں کے لئے صلاحیتوں کے پرکھنے کا معیار بن سکتا ہے۔ جب یہ بات نکھر کر سامنے آگئی کہ معمارِ حرم کی مضمر صلاحیتوں کی پوری پوری تکمیل ہو چکی ہے۔ تو

قَالَ إِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ط (۲/۱۲۴)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ابراہیمؑ) میں تجھے انسانوں کے لئے امام (یعنی اقوامِ عالم کی صفوں کو سیدھا کرنے والا) بنانے والا ہوں"۔

حضرت ابراہیمؑ کی وہ ذات یکتا تھی جس کی ذات میں اُمّت کے تمام افراد کے جوہر یکجا مرکوز ہو گئے تھے۔

إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ط (سورۃ نحل مکی آیت ۱۶/۱۲۰)

"بلاشبہ ابراہیمؑ اپنی ذات میں ایک پوری اُمّت تھا۔ اللہ کے آگے جھکا ہُوا"۔

دینِ اسلام سے تمسک کی پرکھ

یہی وجہ تھی جس کے لئے معمارِ حرم کی ذات کو اقوامِ عالم کے لئے ایک نمونہ قرار دیا گیا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (سورۃ الممتحنہ مکی آیت ۶۰/۴)

"تمہارے لئے ابراہیمؑ اور اس کے رفقاء میں ایک بہترین نمونہ ہے"۔

ان پیمانوں اور معیاروں کو سامنے رکھ کر معمارِ حرمؑ نے ملّتِ اسلامیہ کی عمارت کی بنیاد ایک ایسے اصول پر رکھی جو قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جو قرآنِ حکیم میں اس طرح جگمگ جگمگ کرتا نظر آتا ہے۔

www.ebooksland.blogspot.com

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ ابراہیم مکی آیت ۳۶)

" تو جو میرے پیچھے چلا وہ میرا ہوا۔ جس نے میرے طریقے سے نافرمانی کی (اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں) تو غفور رحیم ہے۔

گویا ملّتِ ابراہیمیؑ یعنی ملّتِ اسلامیہ کی ایک ہی اساس اور پہچان قرار پائی کہ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ یعنی متبعینِ اسوۂ ابراہیمیؑ اور یہ سب وضاحتیں اور ہدایتیں اعلانِ نبوّت کے ساتھ ہی مکّہ مکرمہ میں تکمیل پا چکی تھیں۔ کیونکہ ان کے بغیر تشکیلِ جماعت نہیں ہو سکتی تھی۔ اُسوۂ ابراہیمیؑ کا محسوس نشان (SYMBOL) صرف اور صرف خانۂ کعبہ تھا۔ جو اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ جس نے بھی اس سے کبھی روگردانی کی اُس کا ملّتِ ابراہیمیؑ (دینِ اسلام) سے کوئی واسطہ نہ رہا۔ لہٰذا یہی خانہ کعبہ وہ قبلہ تھا جس کی طرف منہ کر کے حضورؐ نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہی وہ قبلہ تھا جس کا حضورؐ حج کیا کرتے تھے اور آپؐ کا معمول تھا کہ جب حج کا زمانہ آتا اور عرب کے قبائل ہر طرف سے آ آکر مکّے کے آس پاس اُترتے تو آپ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور تبلیغِ اسلام فرماتے۔ عرب میں مختلف مقامات پر میلے لگتے۔ جن میں دُور دُور کے قبائل آتے تھے۔ آپ اُن میلوں میں جاتے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے۔

(دیکھئے صفحہ ۲۸۲ سیرت النبی جلد اوّل از علامہ شبلی نعمانیؒ)

انقلاب کا پیش خیمہ "بیعتِ عقبہ"

اگرچہ بیت اللہ (خانہ کعبہ) کے حج کا عمل انفرادی طور پر زمانۂ قدیم سے چلا آ رہا تھا لیکن مربوط اور اجتماعی طور پر حضرت ابراہیمؑ کے وقت توسیع پذیر ہوا۔ لوگ ہر سال حج کے لیے آتے رہے اور یوں سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت آنے والوں میں دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج بھی تھے جنہوں نے یہودیوں سے آپ کے بارے میں پیش گوئیاں سن رکھی تھیں۔ چنانچہ قبیلۂ خزرج کے کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور مدینہ واپس آکر انہوں نے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس سے اگلے سال (گیارہویں سالِ نبوّت) کچھ اور لوگوں نے مسلمان ہو کر عقبہ کی پہاڑی پر حضورؐ کی بیعت کی جسے بیعتِ عقبۂ اُولیٰ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے بھی واپس مدینہ جا کر تبلیغ کا کام شروع کر دیا جس کے اثر سے قبیلۂ اوس کے سرداروں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ یوں دیئے سے دیا جلتا رہا۔ اور اسی طرح اس کے اگلے سال (بارہویں سالِ نبوّت) اہلِ مدینہ سے کثیر تعداد میں لوگ حج بیت اللہ

www.ebooksland.blogspot.com

کی غرض سے مکہ آئے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ انہوں نے بھی عقبہ ہی کے مقام پر حضورؐ کی بیعت کی جسے بیعتِ عقبۂ ثانیہ کہتے ہیں۔ یہ واقعات ایک عظیم انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ چنانچہ اب ان لوگوں نے انتہائی جرأتِ رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضورؐ کو مدینہ آنے کی دعوت دی جو اس بات کی دلیل ہے کہ مدینہ میں شجرِ اسلام کی آبیاری کے لئے فضا سازگار ہو چکی تھی۔

مندرجہ بالا واقعات اس حقیقت کی مسلمہ شہادت ہیں کہ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ ۹۶ بنی نوعِ انسان بشمولہ اہلِ عرب اور مسلمانوں کا قبلۂ اوّل و آخر خانۂ کعبہ ہی تھا اور روزِ اوّل سے اسی کا حج ہوتا تھا اور اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی، جو سلسلہ آج تک بغیر کسی INTERRUPTION جاری ہے۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جہاں تک حج بیت اللہ کا تعلق ہے اس پر سب متفق تھے، خواہ کہیں کے بھی رہنے والے تھے کہ مقامِ حج صرف خانۂ کعبہ ہے اور یہی قبلہ مخصوص ہے۔

۴۔ ہجرت کے بعد کا زمانہ "مدنی دور"

ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است — ایں ز اسبابِ ثباتِ مسلم است

معنیٔ او از تنک آبی رم است — ترکِ شبنم بہرِ تسخیرِ یم است!

جوں جوں لوگ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے گئے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے گئے، اہلِ مکہ کی بےقراری بڑھتی گئی۔ تمرّد کی آگ انتہائے آسمان کو چھونے لگی۔ قبیلۂ اوس اور خزرج کے ایمان نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر دارالندوہ میں اہلِ مکہ اور گرد و نواح کے مختلف قبائل کے رؤساء کا ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس میں یہ طے پایا کہ ہر قبیلہ سے ایک شخص منتخب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر حضورؐ کو قتل کر دے۔ نقیبِ نصرت نے ان کے ناپاک ارادوں کی خبر حضورؐ کو کر دی تھی۔ چنانچہ اب وقت آ گیا تھا کہ کاروانِ صدق و صفا ان مکدّر فضاؤں کی وادیوں کو خیرباد کہہ کر ایک جہانِ نو کی طرف رجادہ پیما ہو۔ ۲۷ صفر ۱۳ نبوت (بمطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) کی شب حضرت علیؓ کو اہلِ مکہ کی امانتیں سپرد کرنے اور اپنے بستر پر لٹا کر حضورؐ مع حضرت ابوبکرؓ جانب مدینہ روانہ ہو گئے۔ تین شب و روز غارِ ثور میں، جو کہ مکہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر پہاڑ کی چوٹی پر ہے، گزار کر بر بنائے اللہ جذب و سرور سوئے مدینہ چل دیا۔ آخر ۸ ربیع الاوّل (۲۳ ستمبر) مدینہ سے تین چار میل باہر انصار کی بستی قبا میں پہنچ گیا۔ یہاں کے لوگوں نے حضورؐ کا والہانہ استقبال کیا۔ یہاں پہنچ کر سب سے

www.ebooksland.blogspot.com

پہلے ایک مسجد کو تعمیر کیا جسے مسجدِ قبا کہتے ہیں۔ یہاں چودہ دن بعد آپؐ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ استقبال کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ یہ قافلہ آخر حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان میں جا کر اُترا، جو اس جگہ سے متصل تھا جہاں اب مسجدِ نبویؐ ہے۔ یہاں بھی سب سے پہلے مسجد ہی تعمیر کی گئی ان دونوں مسجدوں کا رخ خانہ کعبہ کی طرف رکھا گیا تھا کیونکہ مکی زندگی ہو یا مدنی، مرکز ایک ہی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کردہ مسجد، مسجد الحرام ہے۔ اب مدینہ آ کر صحیح معنوں میں جماعت کی تشکیل ہوئی اور اسلام کی وسعت کا دور شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ اس سلطنت کے قیام سے جو انقلاب رونما ہوا زمانے کی تاریخ اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر گویا یہی ایک انقلاب تھا جس سے انسان نے انسان کو پا لیا۔

اسلام اور نصرانیت میں اشتراک؟

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے قبلہ کا بنیادی طور پر حج سے تعلق ہے۔ لہٰذا قبلہ خانہ کعبہ ہی تھا۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ حضورؐ نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا ہوا تھا اور اس طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ قبلہ کا تعلق حج سے ہے کیا نبی اکرمؐ نے کبھی بیت المقدس کا حج کیا؟ تاریخِ انسانیت کے مختلف نوشتے اس کی نفی کرتے ہیں کیونکہ بیت المقدس کبھی بھی قبلہ نہیں رہا لیکن حیرت کی بات ہے کہ صاحبِ تصنیف سیرۃ النبی محولہ بالا حقیقت کے برعکس اسی تصنیف میں فرماتے ہیں:۔

"اسلام اور نصرانیت میں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس زمانہ میں اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا اور مدینہ منورہ میں بھی ایک مدت تک یہی قبلہ رہا۔ ان اسباب سے قریش کا خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

یہاں دو باتیں خاص طور پر کہی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام اور نصرانیت میں اشتراک کی وجہ سے نصرانیت اور اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا اور دوسری یہ کہ مکہ کے علاوہ مدینہ منورہ میں بھی ایک مدت تک قبلہ رہا۔ جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے اس کے متعلق گفتگو بعد میں ہو گی۔ یہاں سر دست پہلی بات یعنی نصرانیت اور اسلام میں اشتراک کے بارے میں عرض کروں گا۔

www.ebooksland.blogspot.com

حقّ و باطل کا اشتراک ممکن نہیں

قرآنِ حکیم کی رُو سے دینِ اسلام حق ہے ۹/۳۳ اور باقی سب باطل۔ گویا نصرانیت دینِ باطل ہے۔ حق کی اصل، باطل کو مٹانا ہے کیونکہ حق تو ہوتا ہی اس لئے ہے کہ وہ باطل کو مٹا دے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:-

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (سورۃ بنی اسرائیل مکی آیت ۸۱)

"اے حاملِ حق! اعلان کر دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ حق تو یہ ہے کہ باطل ہی مٹنے والا ہے۔"

غور کیجئے کہ جو مٹنے والی چیز ہے اُس کا اُس چیز کے ساتھ کس طرح اشتراک اور مفاہمت ہو سکتی ہے جس کو ثبات اور دوام ہے۔ اشتراک تو کجا اُن کی باہمی کشمکش اس طرح رہتی ہے۔ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ (سورہ الانبیاء مکی آیت نمبر ۱۸) "اللہ تعالےٰ حق کے ذریعہ باطل پر اس طرح ضرب لگاتا ہے کہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے۔ کیونکہ باطل اصل کے اعتبار سے مٹنے والی شے ہے۔"

اسلام وہ نظامِ حیات ہے جس کا عطا کرنے والا (خدا) خود حق ہے۔ ۲۲/۶ اُس کا رسول حق ہے ۳/۸۵ اس کی طرف بھیجا ہوا قرآن حق ہے ۲/۱۲ اُس کے وعدے (قوانین) حق ہیں ۱۰/۵۵ اس کا دین حق ہے ۹/۳۳ گویا دینِ اسلام کا سارے کا سارا سلسلہ حق ہے۔ اس لئے اس سلسلے کی ایک کڑی (یعنی رسولؐ) اس سلسلہ سے علیحدہ ہو کر باطل کے ساتھ اشتراک کس طرح کر سکتا ہے؟ رسولؐ بھی وہ جو اس محسوس دنیا میں خدا کا محسوس نمائندہ ہے۔ خدا کے نمائندہ کا باطل کے ساتھ اشتراک گویا خدا کا باطل کے ساتھ اشتراک ہے (معاذ اللہ)۔ جہاں تک مفاہمت کا تعلق ہے تو قرآن اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اس سلسلہ میں قرآنِ حکیم میں ایک فیصلہ کن واقعہ ہے کہ جب مشرکین و کفارِ مکہ حضورؐ کے خلاف ہر حربہ استعمال کر چکے اور اپنے مذموم ارادوں میں ناکام ہو چکے تو وہ سمجھوتے پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ ہم تمہاری بات مان لیتے ہیں لیکن ہماری بھی ایک تمنا پوری کر دو کہ

مفاہمت بھی نہیں

...ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ

www.ebooksland.blogspot.com

یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ○ (سورہ یونس کی آیت نمبر ۱۵)

"اس قرآن کی بجائے کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ردّ و بدل کر دو (اے پیغمبرؐ) تم اُن سے کہہ دو کہ مجھے اس کا کچھ اختیار نہیں کہ میں اپنی مقصد براری کے لئے ان میں ردّ و بدل کروں میں تو خود اس حکم کا تابع ہوں جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے (یعنی قرآن) اور میں ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ اگر اپنے پروردگار کے حکم سے ذرّہ برابر بھی کوتاہی کروں تو میں بھی عذاب عظیم سے نہیں بچ سکتا۔"

اس حکم کے ہوتے ہوئے کس طرح نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین کے سلسلہ میں باطل کے ساتھ اشتراک کے مفاہمت کر سکتے تھے اور کس طرح خدا کے مقرر کردہ قبلہ کو چھوڑ کر اُن کے ساتھ مل کر بیت المقدس کو قبلہ بنا سکتے تھے۔ ایسا کہنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

نصب العین کی بلندی

حق و باطل کے ٹکراؤ اور جستجو کے نصب العین کے سلسلہ میں فرانس کا ایک عیسائی مفکر LAMARTINE لکھتا ہے:-

"دنیا میں کسی انسان نے برضا و رغبت یا طوعاً و کرہاً محمدؐ کے نصب العین سے بلند نصب العین اپنے سامنے کبھی نہیں رکھا۔ یہ نصب العین عام انسانی سطح سے بلند تھا۔ مافوق البشر نصب العین۔ یہ نصب العین کیا تھا؟ خدا اور بندے کے درمیان جو توہمات کے پردے حائل ہو چکے تھے انہیں ایک ایک کر کے اُٹھا دینا اور اس طرح خدا کو انسان کے سینے میں سمو دینا اور انسان کو خدائی صفات کے رنگ میں رنگ دینا اور باطل کے خداؤں کے ہجوم میں ایک منزّہ خدا کا مقدس اور معقول تصور پیش کرنا۔ آج تک کسی انسان نے اس کی ہمت نہیں کی کہ اس قسم کے عظیم الشان کام کا بیڑا اُٹھائے جو اس طرح انسانی قدرت سے باہر ہو اور اس کے ذرائع اس قدر مسدود ہوں اس لئے کہ نہ اُس وقت جب اس نے اس اہم فریضہ کا تصور کیا تھا اور نہ اس وقت جب اُس کی عملی شکل کے لئے قدم اٹھایا تھا۔ اُس کے پاس اپنی ذات یا صحرا کے ایک گوشے میں بسنے والے مٹھی بھر انسانوں سے زیادہ کوئی ساز و سامان اور ذریعہ اور وسیلہ ہی نہ تھا۔"

اگر نصب العین کی بلندی۔ وسائل کی کمی اور نتائج کی درخشندگی نبوغ (HUMAN GENIUS)

www.ebooksland.blogspot.com

کا معیار ہیں تو وہ کون ہے جو اس باب میں محمدؐ کے مقابلہ میں کسی اور انسان کو پیش کرنے کی جرأت کر سکے ......

...... مکی زندگی میں متواتر تیرہ برس تک تمام مصائب و نوائب کے مقابلہ میں استقامت و استقلال، مخالفین کی تکذیب و تضحیک کا خندہ پیشانی سے استقبال، یہ تمام مشکلات اور پھر ان کے بعد اس کی ہجرت، اس کی مسلسل دعوت و تبلیغ، اس کا غیر منقطع جہاد، اپنے مقصد کی کامیابی پہ یقینِ محکم اور نامساعدتِ حالات میں اس کی مافوق البشر جمعیتِ خاطر، فتح و کامرانی میں تحمّل و عفو، سلطنت سازی کے لئے نہیں بلکہ اپنے الوہیاتی مقصد کی کامیابی کے لئے اس کی اُمنگیں، اور آرزوئیں، وجد و کیف کی دنیا میں اس کی متواتر نمازیں اور دعائیں، اپنے اللہ سے راز و نیاز کی باتیں، اس کی حیات، اس کی ممات اور بعد از موت اس کی مقبولیت، یہ تمام حقائق کس قسم کی زندگی کی شہادت دیتے ہیں؟ کیا ایک مکذّب اور مفتری کی زندگی یا ایسے انسان کی زندگی جسے اپنے دعوے کی حقّانیت پر غیر متزلزل ایمان ہو۔ اس کا یہی کوہ شکن ایمان تھا جس میں اُس نے ایسی لرزہ انگیز اور بے پناہ قوّت پیدا کر دی تھی اُس نے اپنے عقیدے کو زندہ اور پائندہ بنا کر دکھا دیا۔ یہ عقیدہ کیا تھا؟ خدا کی توحید اور تنزیہہ۔

اوّل الذکر یہ بتانے کے لئے کہ خدا کیا ہے اور ثانی الذکر اس کی وضاحت کے لئے کہ خدا کیا نہیں۔ وہ اِلّا اور یہ لاَ۔ ایک حقہ دنیا سے باطل کے خداؤں کو مٹانے کے لئے خواہ اس میں تلوار کی بھی ضرورت کیوں نہ پڑے اور دوسرا حقہ خدائے حقیقی کی مسندِ اجلال بچھانے کے لئے۔"

لاثانی شخصیت

"بہت بڑا مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغامبر، مقنّن، سپہ سالار، تصوّرات و معتقدات کا فاتح، صحیح نظریۂ حیات کو علیٰ وجہ البصیرت قائم کرنے کا ذمّہ دار، اس نظام کا بانی جس میں باطل خدا ذہنوں تک کی دنیا میں دخل نہ پا سکیں یعنی دنیاوی سلطنتوں اور اُن پر ایک آسمانی بادشاہت کا بانی یہ ہے محمّدؐ۔"

"اُن تمام معیاروں اور پیمانوں کو اپنے ساتھ لے آؤ جن سے انسانی عظمت اور بلندی کو ماپا اور

www.ebooksland.blogspot.com

پرکھا جا سکتا ہے۔ اور اس کے بعد ہمارے اس سوال کا جواب دو کہ کیا دنیا میں اس سے بڑا انسان بھی کوئی ہوا ہے؟"

(LAMARTINE - HISTOIRE DE LA TURQUE)

VOL II PP. 276-277

اور ان تمام شہادتوں سے ارفع و اعلیٰ شہادت خود خالقِ کائنات کی شہادت کہ:۔

وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝ (سورۃ النجم مکّی آیت نمبر ۵۳/۷)

"محمدؐ انسانیت کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔"

اور نمونہ بھی

شرف و مجدِ انسانیت کی اس بلندی اور پختگی کے پیشِ نظر اللہ تعالے نے ختمی المرتبتؐ کو وہ مقام عطا کیا جو اقوامِ عالم کے لئے ایک بہترین نمونہ (MODEL) قرار پایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝ (۳۳/۲۱)

اب آپ ہی سوچئے کہ وہ ذاتِ یکتا و اعلیٰ جو اقوامِ عالم کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے وہ اور اس کا پیش کردہ دین یہود اور نصرانیت (باطل) کے ساتھ کس طرح اشتراک اور مفاہمت کر سکتے ہیں۔

حضورؐ کی بعثت کا مقصد

اللہ تعالے نے قرآنِ حکیم میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت اور دینِ اسلام کی تنزیل کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ:۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (۶۱/۹)

"اللہ نے اپنے رسولؐ کو ضابطۂ حیات یعنی دینِ حقّ دے کر اس لئے بھیجا کہ وہ اس دین کو تمام نظام ہائے عالم (ہر نظام) پر غالب کر دے خواہ یہ بات منکرینِ اسلام پر کتنی ہی ناگوار گزرے۔"

اللہ تعالے کے اس ارشاد نے "طے کر دیئے قصّے تمام" اور اس بات کی واضح شہادت مہیّا کر دی کہ حضورؐ

www.ebooksland.blogspot.com

کی بعثت اور دینِ حق کی تنزیل کا مقصد تمام ادیان پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ نہ کہ ان کے ساتھ اشتراک و مفاہمت اختیار کرنا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ رسول کسی غیر خدائی اسلوب زندگی سے نہ اشتراک کر سکتا ہے اور نہ ہی مفاہمت۔ حق کی باطل کے ساتھ مفاہمت و مصالحت حق کی شکست اور باطل کی ظفر مندی ہے جو اللہ تعالیٰ کے محولا بالا مقصد کے بالکل برعکس ہے۔

مذکورہ بالا تمام حقیقتوں اور شہادتوں کو علامہ اقبال علیہ الرحمتہ نے چند الفاظ میں اس طرح سمو کر رکھ دیا ہے کہ:۔

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

ضمنی گوشہ

علامہ شبلی نعمانی علیہ الرحمتہ نے تو اپنی کتاب سیرت النبیؐ میں اسلام اور نصرانیت کے اشتراک کا ذکر کیا تھا۔ جس کی انتہائی شکل اسلام اور نصرانیت کا مشترکہ قبلہ بیت المقدس بتایا گیا لیکن علامہ سید سلیمان ندوی، جنہوں نے سیرت النبیؐ کو مکمل کیا اس سے کہیں آگے کی بات کرتے ہیں۔ وہ اپنی تصنیف رحمتِ عالمؐ صفحہ ۴۶-۴۵ پر قبلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"قبلہ۔ نماز میں سب کو کسی ایک سمت منہ کر کے کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس سمت کو قبلہ کہتے ہیں۔ یہودی بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے۔ یہ حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کی بنوائی ہوئی مسجد تھی۔ اور عرب والوں کا قبلہ کعبہ تھا۔ جو حضرت ابراہیمؑ کی مسجد تھی۔ حضورؐ جب تک مکہ میں رہے کعبہ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ بیت المقدس بھی سامنے پڑ جاتا تھا۔ مدینہ آئے تو صورت بدل گئی۔ مدینہ کے ایک طرف کعبہ تھا تو دوسری طرف بیت المقدس۔ اس لئے ان دو میں سے ایک ہی کو قبلہ بنایا جا سکتا تھا۔ پہلے تو آپ یہودیوں کی پیروی میں حضرت داؤدؑ کی مسجد بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ مگر سولہ مہینوں کے بعد خدا کا حکم آیا کہ حضرت ابراہیمؑ کی مسجد یعنی کعبہ کی طرف منہ کرو۔ کیونکہ وہی خدا کا سب سے پہلا گھر ہے۔ اس وقت سے کعبہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔"

www.ebooksland.blogspot.com

محولا بالا اقتباس میں یہ کہا گیا ہے :-

۱۔ یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس تھا جس کی طرف وہ نماز میں منہ کرتے تھے یہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی بنائی ہوئی مسجد تھی۔

۲۔ عرب والوں کا قبلہ کعبہ تھا جو حضرت ابراہیمؑ کی مسجد تھی۔

۳۔ مکہ میں حضورؐ کعبہ کے سامنے اس طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے کہ بیت المقدس بھی سامنے پڑ جاتا تھا۔

۴۔ مدینہ آ کر پہلے تو یہود کی پیروی میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ سولہ ماہ بعد خدا کا حکم آیا کہ حضرت ابراہیمؑ کی مسجد یعنی خانہ کعبہ کی طرف منہ کر لو۔

جائزہ

۱۔ تاریخ انسانیت اس پر گواہ ہے اور قرآن حکیم اس پر دلیل ہے کہ :-

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ (۳/۹۶)

"سب سے پہلے جس مقام کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نوعِ انسان یعنی اقوامِ عالم کے لئے مرکز قرار دیا گیا وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے۔" اس کے علاوہ اور کوئی مقام ایسا نہیں جس کو اللہ تعالےٰ نے بنی نوعِ انسان کے لئے قبلہ قرار دیا ہو۔ یہ وہی مقام ہے جہاں سے ابراہیمؑ کو اقوامِ عالم کی امامت کا مقام بلند حاصل ہوا تھا۔ (۲/۱۲۴-۱۲۵) اس کی خصوصیت کبریٰ یہ ہے کہ جو شخص بھی اس مرکز میں داخل ہو جائے اُسے ہر طرف سے امن و سلامتی حاصل ہو جائے گی۔ (۳/۹۷) اسی مقام کا حج فرض قرار دیا گیا (۲۲/۲۶-۲۷) اسی مقام کو مقامِ ابراہیمؑ کہا گیا (۲/۱۲۵) کہیں ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ کہا گیا۔ تو کہیں قِیٰمًا لِّلنَّاسِ (۵/۹۷) کہا گیا اور کہیں مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کہا گیا (۲/۱۲۵) اسی کو اللہ تعالےٰ نے (بَیْتِیَ) اپنا گھر قرار دیا (۲/۱۲۵) اس جگہ کو امام الناس نے خدا سے مخاطب ہو کر (بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ) تیرا واجب الاحترام گھر کہا تھا (۱۴/۳۷)۔ رہی بیت المقدس کی بات تو یہ ایک مقامی (LOCAL) قسم کی جگہ ہے۔ جیسے (جیسا کہ سمجھا جاتا ہے) حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کیا تھا جو کہ بہت بعد کی بات ہے۔ اس مقام کو کبھی بھی انسانوں کا مرکز قرار نہیں دیا گیا۔ اس وقت اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر ایک ہی مصدقہ (AUTHENTIC) کتاب (قرآن) ہے جو اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔ اس میں بیت المقدس کا بطور قبلہ کہیں بھی ذکر نہیں۔ قرآن حکیم کی رُو سے خواہ حضرت اسحاقؑ کی لڑی ہو یا حضرت اسمٰعیلؑ کی، ان سب کا ایک

www.ebooksland.blogspot.com

بھی دین ہونے کی نسبت سے خانہ کعبہ ہی قبلہ ہے جس کی تعمیر ان دونوں کی قدر مشترک ابراہیمؑ نے کی تھی۔ فرض کیجئے اگر بیت المقدس کو کسی گروہ نے قبلہ بنایا تو وہ بھی اُسی قسم کا ہوگا جس کا ذکر سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۴۵ میں ہے کہ اہل کتاب کے متفرق قبلے تھے اور وہ خود بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے تھے وَمَا بَعۡضُهُم بِتَابِعٍ قِبۡلَةَ بَعۡضٍ (۱۴۵/۲) اس نظریہ سے دیکھا جائے تو بیت المقدس کی ثانوی حیثیت بھی نہیں رہ جاتی چہ جائے کہ اُسے مسلمانوں کا قبلۂ اوّل کہا جائے۔ اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ بیت المقدس یہود و نصاریٰ کا بھی متفق علیہ قبلہ نہیں تھا۔ تاہم ہمارے لئے یہ مقام قابل احترام ہے کیونکہ یہ انبیائے کرام کا گہوارہ رہا ہے جو دین اسلام کی مختلف کڑیاں تھیں۔ اور ہمارا اُن سب پر ایمان ہے۔

۲۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی (مرحوم) خود اعتراف کرتے ہیں، عرب والوں کا قبلہ کعبہ تھا جو حضرت ابراہیمؑ کی مسجد تھی۔ اس پہلو پر سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے کہ حضورؐ عرب کے رہنے والے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے۔ بلکہ اُن کی دُعا کی قبولیت تھے اُن کا تمسّک کعبہ کے ساتھ اس وقت بھی تھا جب وہ نبوّت سے متّوز سرفراز نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ اُن کا آبائی قبلہ وہی تھا۔ پھر اس حصۂ قرآن میں جو مکّہ میں نازل ہُوا۔ حضورؐ کو دین ابراہیمیؑ کے اتّباع کا حکم آیا۔ (۱۶/۱۲۳) اور حضورؐ نے اس کا اقرار بھی کیا (۶/۱۶۱) چونکہ قبلہ کا تعلق بنیادی طور پر حج سے ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضورؐ خانہ کعبہ کا ہی حج کیا کرتے تھے اس لئے یہ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے کبھی خانہ کعبہ کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنایا ہوگا۔

۳۔ اس پر بھی سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے کہ حضورؐ نے نہ کبھی بیت المقدس کا حج کیا اور نہ ہی اُس طرف رُخ کر کے نماز پڑھی۔ خدا کی طرف سے واضح راہنمائی آ چکی تھی جس کی روشنی میں حضورؐ فرائض زندگی بجا لاتے تھے۔ تذبذب کی زندگی ایک نبیؐ کی زندگی کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔ وہ تو اللہ کے رنگ میں رنگا ہُوا ہوتا ہے۔ وہ دُوسروں کے لئے دلیلِ راہ ہوتا ہے۔ مگر کردہ راہ نہیں ہوتا۔ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ کہنے والا کبھی باطل خداؤں کی پیروی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ شرکِ عظیم ہے۔

۴۔ نبیٔ اکرمؐ نے تیرہویں (۱۳) سال سنِ نبوّت میں مکّہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مکّہ مکرّمہ میں تیرہ (۱۳) سال تک آپؐ کے قلبِ اطہر پر قرآن نازل ہوتا رہا جس کے تتبّع میں حضورؐ فریضۂ تبلیغ و تنذیر ادا کرتے رہے۔ گویا تین چوتھائی سے زیادہ قرآن حکیم مکّہ میں نازل ہو چکا تھا جس میں ہر جہت سے مکمل راہنمائی موجود تھی۔ اسی حصّۂ قرآن میں معمارِ حرم کا، اُن کے مسلک (دینِ حنیف) کا اور اُن کے مقام کا مکمل طور پر تعارف موجود ہے۔ اور یہ

www.ebooksland.blogspot.com

ایک عام فہم آدمی بھی جانتا ہے کہ جب تک کوئی چیز واضح اور غیر مبہم نہ ہو اُس کو اختیار کرتے یا اُس کی پیروی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ چیز بالکل واضح ہو۔ اس امر کی واضح دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دینِ ابراہیمیؑ کے مجدّدِ اعظم (نبیٔ اکرمؐ) سے کہا کہ :۔

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۱۲۳/۱۶ مکی)

"(اے رسولؐ!) ہم نے تیری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم ہر طرف سے صرف نظر کرکے خالص مسلکِ ابراہیمیؑ کا اتباع کرو۔ اُس نے خالص قوانینِ خداوندی کی محکومیت اختیار کی تھی۔ اور اس میں کسی کو شریک نہیں کیا تھا۔"

اس پر حضورؐ نے اقرار کیا کہ :

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۱۶۲/۶ سورۃ الانعام مکی)

"ان سے کہہ دو میرے نشو ونما دینے والے نے میری راہنمائی زندگی کے سیدھے اور متوازن راہ کی طرف کر دی ہے یعنی ایک ایسے دین کی طرف جو خود بھی قائم ہے اور انسانیت کے قیام کا باعث بھی ہے یہ وہی دین ہے جسے ابراہیمؑ نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اختیار کیا تھا یعنی وہ اس میں کسی اور روش اور طریقے کو شریک نہیں کرتا تھا۔"

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ (۱۶۳/۶)

"ان سے مزید کہہ دو کہ (اس دین کو اس انداز سے اختیار کرنے کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ) میری نماز، میری قربانی حتّٰی کہ میرا جینا اور مرنا بھی خدا کے لئے ہے جو سب کا نشو ونما دینے والا ہے" یعنی

یہی زندگی ہے میری یہی بندگی ہے میری
کہ جیئوں تو بہرِ مولیٰ جو مروں تو راہِ مولا

لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۶۴/۶)

"(چنانچہ) میں اس میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اس کا نام توحید ہے۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے میں نے خود اس حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا ہے۔" یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی محکومیت اختیار کرنے کے سب سے پہلی آرزو کی تھی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ (سورۃ الفاتحہ مکی آیت ۵)

www.ebooksland.blogspot.com

انبیاء کرامؑ میں منفرد حیثیت

قرآنِ حکیم کی رُو سے تمام سلسلۂ انبیاء میں سے دو رسولؑ ہی ایسے ہیں جو تمام اقوامِ عالم کی طرف مبعوث ہوئے تھے ایک معمارِ حرم جنہیں امام الناس کا اعزاز خدا کی طرف سے عطا ہُوا ہے اور دوسرے ختم المرسلین رحمتِ عالم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم۔ باقی تمام کے تمام اپنے اپنے علاقے اور گروہ کے لئے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہُوا:-

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (سورۃ الاعراف مکی آیت نمبر ۱۵۸)

"(اے رسولؐ!) تم اس بات کا اعلان کر دو کہ میں بلا تخصیص و استثناء پوری کی پوری انسانیت کی طرف خدا کا پیغامبر بن کر آیا ہوں"

......فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (ایضاً)

"(لہٰذا) تم اُس خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ پر بھی جو اُمّی ہے۔ وہ خود بھی سب سے پہلے خدا پر اور اس کی طرف سے نازل کردہ قوانین پر ایمان لایا ہے۔ پس تم اس رسولؐ کی پیروی کرو کیونکہ یہی ایک راستہ ہے جو تمہیں کامیابی کی منزل تک لے جائے گا"

جہاں حضورؐ کے اتباع کا حکم دیا وہاں حضورؐ سے یہ نصیحت فرمائی کہ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ (سورۃ القلم مکی آیت ۸/۶۸) "دینِ اسلام کے جھٹلانے والوں کے پیچھے نہ لگنا"

نبیٔ اکرمؐ نے اس فریضۂ رسالت کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق بطریقِ احسن ادا کر دیا تو اللہ تعالیٰ کو خود ان کی خدمات کا اس طرح اعتراف کرنا پڑا۔

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سورۃ المومنون مکی آیت ۷۳/۲۳)

"تم یقیناً لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہو"

تصریحاتِ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم دینِ ابراہیمی کے پیروکار تھے جس کا محسوس مرکز (قبلہ) خانہ کعبہ تھا اور یہی اسلام کا قبلہ تھا۔ لیکن سیّد سلیمان ندوی (مرحوم) کی تحقیق یہ کہتی ہے کہ مکّہ کے علاوہ حضورؐ سولہ مہینے تک مدینہ میں بھی یہودیوں کی پیروی میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے ہیں۔ (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) وہ ذاتِ عالی مقام جس کی نظیر کے لئے آسمان کی آنکھ ترستی رہے اور جس کی

www.ebooksland.blogspot.com

بعثت کا مقصد ہی یہ بتایا گیا کہ وہ دینِ حق یعنی اسلام کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کرے گا، وہ باطل سے خود مغلوب ہو گیا اور تمام اسلوب اور قرینے ترک کر کے حکمِ الٰہی کو پسِ پشت ڈال کر یہودیوں کی پیروی کرتا رہا۔ دراں حالیکہ ساڑھے چودہ رہ(۱۴) سال سے اُن پر قرآن نازل ہوتا رہا جو تقریباً ۳/۱ حصّہ بنتا ہے، اُن کو پھر بھی پتہ نہ چلا کہ یہود باطل پر ہیں؟ یہاں بات اشتراک، مفاہمت اور مصالحت سے بڑھ کر یہود کی پیروی تک آ پہنچی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بت شکن بت تراشں ہی نہیں بت پرست بن جائے۔

عزیزانِ گرامی! حضورؐ کی سیرت کا اصل معیار قرآنِ حکیم ہے جس نے حضورؐ کو انسانیت کی معراج پر جلوہ افروز ہوتے بتایا۔ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۵۳/۷ اور یہاں تک اعزاز بخشا کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۹۴/۴)

"جوں جوں یہ کائنات اپنے ارتقائی منازل طے کرتی چلی جائے گی ہم تیرے ذکر اور مقام کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں گے"۔ یہ ہے وہ ذاتِ گرامی کہ جس کے بغیر تکمیلِ کائنات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا:-

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو — بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے (اقبالؒ)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے قرآن نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کہا ہے ۵/۳۳۔ حق ہوتا ہی وہ ہے جو ماضی، حال اور مستقبل میں اسی حالت پر قائم رہے کیونکہ یہ ایک مستقل قدر ہے اور وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ (سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر ۲۳/۷۱)

"اگر حق لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرنے لگ جائے تو کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں کوئی شے بھی اپنے مقام پر نہ رہے اور نظامِ کائنات تہہ و بالا ہو کر رہ جائے"۔

تاریخِ دل خراش

تاریخ بھی کس قدر ظالم ہے کہ جب نبیٔ اکرمؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو تصدیق کے لئے حضورؐ کو ایک یہودی نژاد ورقہ بن نوفل کے آستانہ پر حاضری دلوائی۔ معراج کے دوران نمازوں کے فرض ہونے کے سلسلہ میں

www.ebooksland.blogspot.com

حضورؐ کی راہنمائی حضرت موسیٰؑ نے فرمائی۔ جہاں قبلہ کا سوال پیدا ہوا تو وہاں حضورؐ کا خانہ کعبہ کی جگہ جو اُن کا آبائی اور اسلام کا قبلہ تھا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دکھایا گیا۔ یہ ہیں وہ واقعات جن سے یہود کی .... SUPERIORITY ثابت کرنا مقصود ہے۔ صد افسوس کہ اس کام کو یہود کی جگہ مسلمان سر انجام دے رہے ہیں۔

حذر اے چیرہ دستاں ! ..... سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

کاش مسلمان یہودیوں کی سازش کو سمجھتے اور اپنی تاریخ کو اسرائیلیات سے محفوظ رکھتے۔

پتّہ پتّہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

اور سُنیئے !

آگے بڑھنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں چند ایک اور فضلاء کے رشحاتِ قلم کے اقتباسات پیش کئے جائیں۔

ا۔ صحیح بخاری جلد دوم کتاب التفسیر مترجم مرزا حیرت دہلوی

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ ...... إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۱۴۲)

ترجمہ:۔ عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو کس چیز نے قدیمی قبلہ سے پھیر دیا۔ اے محمدؐ ! ان سے کہو کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔

(۱۵۹) براء بن عازبؓ سے نقل ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ اور کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کی خواہش کرتے تھے ایک روز آپؐ نے (مسجد نبوی میں) کعبہ کی طرف عصر کی نماز پڑھی یا پڑھائی (شک راوی ہے) ان میں سے جنہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی ایک شخص مسجد (قبا) کی طرف سے گزرا وہاں لوگوں کو رکوع کی حالت میں پایا اور کہا اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں (میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھی (یہ سنتے ہی) وہ نماز کی حالت میں کعبہ کی طرف پھر گئے لیکن جو لوگ اس سے پہلے مر گئے اور انہوں نے بیت المقدس ہی کی طرف نمازیں پڑھیں ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہم اُن کو کیا

www.ebooksland.blogspot.com

کہیں (آیا ان کی نمازیں ہوئیں یا نہیں ؟) تو اللہ نے یہ آیت اُتاری (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ) یعنی اللہ ایسا نہیں کہ اُن کے (پہلے لوگوں کے جنہوں نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی) ایمانوں کو ضائع کر دے اللہ لوگوں پر مہربانی اور رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد

آیت :۔ سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۔ ۲/۱

ترجمہ : جو لوگ عقل و بصیرت سے محروم ہیں۔ وہ کہیں گے مسلمان جس قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے کیا بات ہوئی کہ اُن کا رخ اس سے پھر گیا۔

تفسیر :۔ دعوتِ ابراہیمیؑ سے وحدتِ دین کے استشہاد کا بیان ختم ہو گیا۔ اب یہاں سے اس کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو پچھلے بیان کا قدرتی نتیجہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اقوامِ عالم کی امامت ملی تھی۔ انہوں نے مکہ میں عبادت گاہ کعبہ تعمیر کی اور اُمتِ مسلمہ کے ظہور کی الہامی دعا مانگی مشیئتِ الٰہی میں اس ظہور کے لئے ایک خاص وقت مقرر تھا۔ جب وہ وقت آ گیا تو پیغمبرِ اسلام کا ظہور ہوا۔ اور اُن کی تعلیم و تزکیہ سے موجودہ اُمت پیدا ہو گئی۔ اس اُمت کو نیک ترین اُمت ہونے کا نصب العین عطا کیا گیا۔ اور اقوامِ عالم کی تعلیم اُس کے سپرد کی گئی۔ ضروری تھا کہ اس کی روحانی ہدایت کا ایک مرکز بھی ہوتا۔ یہ مرکز قدرتی طور پر عبادت گاہ کعبہ ہی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ تحویلِ قبلہ نے اس کی مرکزیت کا اعلان کر دیا۔ یہی حقیقت قبلہ کے تقرر میں پوشیدہ تھی۔ چنانچہ سَیَقُولُ سے یہی بیان شروع ہوتا ہے۔

۳۔ جناب عبدالماجد دریا بادی

ترجمہ :۔ اب بیوقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ کس چیز نے ان (مسلمانوں) کو اُن کے (اس) قبلہ سے جس پر کہ وہ تھے ہٹا دیا۔

تفسیر :۔ انبیاءؑ بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قیامِ مکہ کے زمانہ میں اسی رُخ پر نماز جاری رکھی۔ بلکہ جب مدینہ ہجرت فرمائی جب بھی اس قبلہ کو برقرار رکھا۔ بیت المقدس مدینہ سے سمتِ شمال میں واقع ہے۔ آپ کا دل بار بار یہ چاہتا تھا کہ اپنے

www.ebooksland.blogspot.com

جدّ بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے خانۂ کعبہ کو قبلہ بنائیں۔ لیکن حکمِ الٰہی سے مجبوری تھی آخر ورودِ مدینہ کے ۱۶ مہینے بعد تحویلِ قبلہ کا حکم ملا کہ اب نماز بجائے بیت المقدس کے خانۂ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے اور حکم کی معاً تعمیل ہوئی۔ خانۂ کعبہ مکہؔ مدینہ سے ٹھیک جنوب میں واقع ہے اور اس طرح مدینہ کے نمازیوں کے رخ دفعتہً شمال سے جنوب کی طرف پھر گئے۔ بیت المقدس یہودیوں کا قبلہ تھا۔ اس کی منسوخی کا اعلان رسول اللہ صلعم کی زبان سے ہوا تو بہت ہی ناگوار گزرا۔

صفحہ ۵۵ ترجمہ و تفسیر جناب عبدالماجد دریابادی

طبع کردہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔ کراچی

۴۔ تفہیم القرآن جلد اوّل۔ "از سید ابوالاعلیٰ مودودی"

آیت :۔ سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۱۴۲

ترجمہ :۔ نادان لوگ ضرور کہیں گے انہیں کیا ہوا۔ کہ پہلے یہ جس قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اُن سے یکایک پھر گئے۔

تفسیر :۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

تفصیل :۔ یہ حکم رجب یا شعبان ۲ھ ہجری میں نازل ہوا۔ ابنِ سعد کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر بن براء بن معرور کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں ظہر کا وقت آگیا اور آپ لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکایک وحی کے ذریعے یہ آیت نازل ہوئی اور اسی وقت آپ اور آپ کی اقتداء میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رُخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ اور اطرافِ مدینہ میں اس کی منادی کی گئی۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع میں تھے۔ حکم سنتے ہی سب کے سب اسی حالت میں کعبے کی طرف مڑ گئے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ بنی سلمہ میں یہ اطلاع دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت پہنچی۔ لوگ ایک رکعت پڑھ چکے تھے کہ اُن کے کانوں میں آواز پڑی "خبردار رہو" قبلہ بدل کر کعبے کی طرف کر

www.ebooksland.blogspot.com

دیا گیا ہے، سنتے ہی پوری جماعت نے اپنا رُخ بدل لیا۔

اور یہ جو فرمایا کہ "ہم تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں" اور یہ کہ ہم اسی قبلہ کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم آنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منتظر تھے۔ آپ خود یہ محسوس فرما رہے تھے کہ بنی اسرائیل کی امامت کا دور ختم ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ بیت المقدس کی مرکزیت بھی رخصت ہوئی۔ اب اصل مرکز ابراہیمی کی طرف رُخ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

نوٹ:۔ یہاں ترجمہ تو کچھ حد تک مودودی صاحب نے ٹھیک کیا ہے۔ لیکن تفسیر میں آکر اُلجھ گئے ہیں۔

۵۔ <u>مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی</u>

آیت:۔ سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۲/۱۴۲

ترجمہ:۔ اب کہیں گے بیوقوف لوگ کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو اُن کے اس قبلہ سے جس پر تھے۔

تفسیر از مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی

شانِ نزول۔ یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جب بجائے بیت المقدس کے کعبہ معظمہ کو قبلہ بنایا گیا۔ اس پر انہوں نے طعن کئے کیونکہ یہ انہیں ناگوار تھا اور وہ نسخ کے قائل نہ تھے۔ ایک قول پر یہ آیت مشرکین مکہ کے اور ایک قول پر منافقین کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے کفار کے سب گروہ مراد ہوں کیونکہ طعن و تشنیع میں سب شریک تھے۔ اور کفار کے طعن کرنے سے قبل قرآن پاک میں اس کی خبر دے دینا غیبی خبروں میں سے ہے۔ طعن کرنے والوں کو بیوقوف اسلئے کہا گیا ہے کہ وہ نہایت واضح بات پر معترض ہوئے۔ باوجودیکہ انبیاء سابقین نے نبی آخر الزماں کے خصائص میں آپ کا لقب ذوالقبلتین ذکر فرمایا اور تحویلِ قبلہ اس کی دلیل ہے.... قبلہ اس جہت کو کہتے ہیں جس کی طرف آدمی نماز میں منہ کرتا ہے یہاں قبلہ سے مراد بیت المقدس ہے۔

www.ebooksland.blogspot.com

۶۔ بحوالہ قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی ۔ شائع کردہ تاج کمپنی لمیٹڈ قرآن منزل ۔ لاہور۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوا عَلَيْهَا ۱۴۲/۲

ترجمہ :۔ اب کہیں گے بیوقوف لوگ کاہے پھر گئے مسلمان اپنے قبلے سے جس پر تھے۔

(موضح القرآن ۔ صفحہ ۳۴ :)

حضرت جب مکے سے مدینے میں آئے ۔ سولہ برس نماز پڑھی بیت المقدس کی طرف ۔ پھر حکم آیا پڑھو کعبے کی طرف تب یہود اور بعضے کچے مسلمان ان کے بہکائے سے شبہے لگے ڈالنے کہ وہ قبلہ تھا سب نبیوں کا ۔ اس کو چھوڑنا نشان نبی کا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (م، صفحہ ۳۵) یعنی تمہارا قبلہ ابراہیم کے وقت سے کعبہ مقرر ہے اور چند روز بیت المقدس ٹھہرایا[۱] ایمان آزمانے کو اور اس میں جو لوگ ایمان پر قائم رہے اُن کو بڑا درجہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ف ۲) جب تک بیت المقدس کی طرف نماز تھی تو حضرت کا دل چاہتا تھا کعبے کو ۔ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ کرتے ۔ شائد فرشتہ حکم لاتا ہو کعبے کا ۔ پھر یہ آیت (۱۴۴/۲) اتری ۔ تب سے کعبہ مقرر ہوا۔

۷۔ مولٰنا فتح محمد جالندھری

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوا عَلَيْهَا ۱۴۲/۲

ترجمہ :۔ احمق لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلہ پر (پہلے سے چلے آتے تھے (اب) اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے۔

نوٹ دربارہ آیت ۱۴۴/۲ :۔ ف۱ یعنی اس غرض سے منہ پھیر پھیر کر دیکھنا کہ کب کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوتا ہے ، کیونکہ آپ دل سے چاہتے تھے کہ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کریں۔

نوٹ دربارہ آیت ۱۵۰/۲ :۔ ف۱ یہود تو مسلمانوں کو یہ الزام دیتے تھے کہ ہمارے دین کو تو نہیں مانتے مگر نماز ہمارے قبلہ کی طرف پڑھتے ہیں ۔ اور مشرک یہ الزام دیتے تھے کہ دعوے تو ابراہیم کے دین پر چلنے

---

[۱] خدا کا یہ حکم قرآن حکیم میں کہیں نہیں۔

www.ebooksland.blogspot.com

کا ہے۔ لیکن اُن کے قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے خانہ کعبہ کے قبلہ مقرر کر دینے سے یہ اعتراض رفع ہو گئے۔

۸۔ مولانا حکیم حافظ سید فرمان علی صاحب[۱۷]، مدرس اعلیٰ مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ:۔ بعض احمق لوگ یہ کہہ بیٹھیں گے کہ مسلمان جس قبلہ (بیت المقدس) کی طرف پہلے سے سجدہ کرتے تھے۔ اس سے (دوسرے قبلے کی طرف) مڑ جانے کا کیا باعث ہوا۔

تفسیر برحاشیہ ھٰذا :۔ ۱؎ ابتدائے اسلام میں حضرت رسولؐ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ حتّٰی کہ جب مدینہ میں ہجرت فرمائی تب بھی ڈیڑھ برس تک کے قریب بیت المقدس ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ یہود تو بات بات پر اعتراض کیا ہی کرتے تھے۔ ان کو یہ ایک شگوفہ ہاتھ آیا کہنے لگے۔ محمدؐ اب تک قبلہ کے بارے میں متردد ہیں کبھی ادھر کبھی اُدھر۔ کوئی کہتا کہ محمدؐ اپنے وطن کے مشتاق ہیں۔ اس وجہ سے کعبہ کی طرف سجدہ کرنے لگے۔ خدا نے ان سب باتوں کا جواب اس آیت میں دے دیا کہ خدا کے علم میں اصل قبلہ کعبہ ہی ہے۔ بیت المقدس تو چند روز کے لئے بہ مصلحت قبلہ قرار دے دیا گیا تھا اور پھر تبدیل قبلہ کی مصلحت آگے فرمائی۔

۹۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا

ترجمہ:۔ اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ تھے۔

تفسیر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی برحاشیہ ہذا:

ف ۱۹۹ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو سولہ سترہ مہینے بیت المقدس ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ اس کے بعد کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا تو یہود اور مشرکین اور منافقین اور بعضے کچے مسلمان ان کے بہکانے سے شبہے ڈالنے لگے۔ کہ یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے، جو قبلہ تھا پہلے انبیاء کا اب انہیں کیا ہوا جو اس کو چھوڑ کر کعبہ کو منہ کرنے لگے۔ کسی نے کہا کہ یہود کی عداوت اور حسد سے ایسا کیا۔ کسی نے کہا کہ یہ اپنے دین میں

۱؎ اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم قرآن حکیم میں کہیں نہیں۔

www.ebooksland.blogspot.com

متردد اور متحیر ہیں جن سے ان کا نبی اللہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ مخالفوں کے اس اعتراض اور اس کے جواب کی جو آگے ہے اللہ نے اطلاع فرما دی کہ کسی کو اس وقت کوئی تردد نہ ہو اور جواب میں تامل نہ ہو من ۲۔

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو کہ نہ ہم نے یہود کے حسد سے اور نہ کسی نفسانی تعصب اور اپنی رائے کے اتباع سے قبلہ کو بدلا، بلکہ محض اتباعِ فرمانِ خداوندی سے جو کہ ہمارا اصل دین ہے ہم نے ایسا کیا۔ پہلے بیت المقدس کو منہ کرنے کا حکم تھا اس کو ہم نے تسلیم کیا۔ اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا۔ اس کو دل سے قبول کیا ہم سے اس کی وجہ پوچھنا اور ہم پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔

ف۲ یعنی اصل قبلہ تو تمہارا کعبہ ہی تھا۔ جو حضرت ابراہیم کے وقت سے چلا آتا ہے۔ اور چند روز کے لئے جو بیت المقدس مقرر کر دیا تھا سو وہ صرف امتحان کے لئے تھا۔ کہ کون تابعداری پر قائم رہتا ہے اور کون دین سے پھر جاتا ہے۔ سو اس میں جو لوگ ایمان پر قائم رہے اُن کا بڑا درجہ ہے۔

اس ضمن میں کئی حوالے اور بھی دیئے جا سکتے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے اتنے حوالوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے خاص کر اس لئے بھی کہ ان حوالوں میں بھی سب علمائے کرام رطب اللسان نظر آئیں گے۔ تاہم اتنا ضرور عرض کرتا چلا جاؤں کہ محولہ بالا اقتباسات میں ایک چیز مشترک نظر آئے گی کہ سب نے غلط روایات کا سہارا لے کر اسلوبِ زبان سے ہٹ کر سَیَقُوْلُ السُّفَہَآءُ والی آیت میں هُمْ، هِمْ اور کَانُوْا کی ضمیروں کو سُفَہَآء کی بجائے جو کہ ان کا لازمی مرجع ہے مسلمانوں کے ساتھ جوڑ دیا ہے جس سے حقیقت بالکل بدل کر رہ گئی ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۳۰ کے حوالے سے خانہ کعبہ (قبلہ) سے جو کہ دینِ (ملّتِ) ابراہیمی کا محسوس مرکز دلنشان تھا) رُوگردانی کرنے والے "سفہا" (یہود اور نصاریٰ) تھے۔ وہی اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملّت سے رُوگردانی کے مرتکب ہو چکے تھے۔ تاہم اس آیت کا اصل مفہوم پیش کرنے کے لئے سیاق و سباق کے پیشِ نظر اور ربطِ مضمون کی خاطر بات ذرا پیچھے سے شروع کرنا ہوگی تاکہ قبلہ کا مسئلہ بالکل صاف ہو جائے۔

سلہ، سلہ قرآنِ حکیم میں خدا کا ایسا حکم کہیں نہیں

www.ebooksland.blogspot.com

باب ــ ۳

رابطہ

پس منظر

سَیَقُولُ السُّفَھَاءُ والی آیت کا پس منظر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۴ سے اس طرح شروع ہوتا ہے

وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲/۱۲۴﴾ وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰہٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰکِفِیۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۲/۱۲۵﴾

"اور جب ابراہیمؑ کو اس کے پروردگار نے کچھ باتوں میں آزمایا۔ اور وہ ان پر پورا اترا تھا جب ایسا ہوا تو خدا نے فرمایا اے ابراہیمؑ! میں تجھے انسانوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا میری ذریت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ارشاد ہوا جو ظلم و معصیت کی راہ اختیار کریں تو ان کا میرے اس عہد میں کوئی حصہ نہیں پھر ہم نے خانہ کعبہ کو جو دینِ ابراہیمیؑ کا مرکز یعنی قبلہ تھا، انسانوں کے لئے مرجع (مرکز) اور امن و حرمت کا مقام ٹھہرایا اور یہ واضح کر دیا کہ اگر تم بھی مقامِ ابراہیمیؑ کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے مسلک و منہاج کی پیروی کرو اور اس کے پیچھے پیچھے چلو۔ پھر ہم نے معمارانِ حرم (ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ) کو تاکید کی تھی کہ وہ اس مقام کو عالمگیر نظامِ انسانیت کا مرکز بنائیں۔ اور ہمارے نام پر جو گھر بنایا گیا ہے

www.ebooksland.blogspot.com

اُسے طواف کرنے والوں حج کے لئے جمع ہونیوالوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک صاف اور ستھرا رکھیں اور اسے انسانوں کے خود ساختہ تصوّرات اور معتقدات کی گندگیوں سے آلودہ نہ ہونے دیں۔"

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (۲/۱۲۶)

"جب ابراہیمؑ نے اس مرکز کی بنیاد رکھدی۔ تو ربُّ العزّتؐ کی بارگاہ میں دستِ دُعا پھیلائے کہ اسے کائنات کی نشوونما کا سامان بہم پہنچانے والے تو اس مقام کو ساری دنیا کے ستائے ہوئے انسانوں کے لئے امن اور پناہ کی جگہ بنا دے اور ان میں سے جو لوگ تیرے قوانین کی صداقتوں پر یقین اور آخرت پر ایمان رکھیں خواہ وہ کہیں کے رہنے والے ہی کیوں نہ ہوں (۲۲/۲۵) اُنہیں زندگی کی آسائشیں اور سامانِ زیست کی فراوانیاں عطا کردے (۱۴/۳۷)

خدا نے کہا بیشک ان لوگوں کو یہ کچھ ملے گا باقی رہے وہ جو اس سے انکار کریں گے تو ہمارے طبعی قوانین کے مطابق انہیں بھی کچھ ملے گا لیکن انجام کار وہ نہایت بےبسی کی حالت میں مصیبت کی زندگی کی طرف کھچے چلے جائیں گے کس قدر سوختہ بخت ہے وہ قوم جس کا مآل یہ ہو۔"

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۲/۱۲۷)

ان حسین تمناؤں اور مقدّس آرزوؤں کے ساتھ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ، اس مرکزِ نظامِ خداوندی کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔ ان کے ہاتھ اس کی تعمیر میں مصروف تھے۔ اور لب پر یہ وجد انگیز دعائیں تھیں کہ اے ہمارے نشوونما

www.ebooksland.blogspot.com

دینے والے تو ہمارے اس عمل کو قبول فرما کہ تو ہی دل میں مچلنے والی آرزوؤں کو جانتا ہے اور لب تک آنے والی تمناؤں کو سنتا ہے۔ اس لئے تو جانتا ہے کہ ہم کن ارادوں کے تحت اس مرکز کی تعمیر کے لئے کوشاں ہیں۔"

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ (۲/۱۲۸)

"اے ہمارے پروردگار ہمیں ہر لحظہ اپنا فرماں بردار بننے کی توفیق عطا فرما اور ہماری ذریت سے ایک اُمتِ مسلمہ پیدا کرنا جو خالصتاً تیری فرماں بردار ہو۔ اے پروردگار تو ہمیں وہ طور طریقے بتا دے جس سے ہم اس مقصدِ عظیم کے حصول میں کامیاب ہو جائیں اور تیری عنایات و انعامات کا رُخ ہماری طرف ہی رہے۔"

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (۲/۱۲۹)

"اے پروردگار پھر انہی میں سے ایک رسُول پیدا کرنا جو انہی میں سے ہو۔ جو تیرے ضابطۂ قوانین کو اُس کی آخری اور مکمل شکل میں اُن کے سامنے پیش کر دے اور اُن کو یہ بھی بتائے کہ ان قوانین کا اتباع کرنے سے کیا نتائج مرتب ہونگے اور اُن کے دلوں کو غیر قرآنی تصورات سے پاک کر دے۔ اے پروردگار تیری ہی ذات ایسی ہے جو ایسا کرنے کا حق رکھتی ہے۔"

وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ○ (۲/۱۳۰)

"یہ تھا وہ مسلکِ زندگی جس پر ابراہیمؑ گامزن تھا۔ وہ کون ہے جو اس حیات بخش مسلک سے روگردانی کرے ماسوا اس کے جو فریبِ نفس میں مبتلا ہو۔ یہی وہ مسلک تھا جس سے ابراہیمؑ کو دنیا میں بھی ممتاز اور برگزیدہ زندگی

www.ebooksland.blogspot.com

حاصل ہوگئی تھی اور آخرت میں بھی ان کا شمار خوش بخت لوگوں میں ہوگا۔"

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۙ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۲/۱۳۱)

"یہ تھا اُس ابراہیمؑ کا مسلک کہ جب اُس کے نشوونما دینے والے نے اس سے کہا کہ ہمارے قوانین کے سامنے جھک جاؤ، تو وہ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اُن قوانین کے سامنے صدقِ دل سے جھک گیا جو تمام انسانوں کی ربوبیت کا ذمہ دار ہے۔"

وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ۖ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ (۲/۱۳۲)

"پھر اسی مسلک کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو تلقین کی اور اسی طرح (ان یہودیوں کے جدِّ امجد اسرائیل یعنی یعقوبؑ) نے بھی اس دین کی تلقین کی جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا، یہی وہ نظامِ زندگی (دینِ اسلام) ہے جسے خدا نے تمہارے لئے منتخب کیا ہے لہٰذا تمہیں اپنی تمام زندگی اس کے مطابق بسر کرنی ہے اور مرتے دم تک اسی کی اطاعت کرتے رہنا ہے۔"

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۚ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ (۲/۱۳۳)

"کیا (اے نبیؐ) تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ قریب المرگ تھے اور انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تھا کہ تم میرے بعد کس کی محکومیت اختیار کروگے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس خدائے واحد کے قانون کی جو تیرا بھی خدا ہے اور تیرے آباء یعنی ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کا بھی خدا ہے یعنی اس دین کا اتباع جو آپ کا بھی دین ہے اور ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ کا بھی یعنی دینِ اسلام، ہم تو صرف خدا کے قانون کے فرمانبردار ہیں۔"

www.ebooksland.blogspot.com

قرآنِ حکیم کے اس مقام نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ خواہ حضرت اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی ذرّیت ہو خواہ حضرت اسمٰعیلؑ کی، دونوں کا ایک ہی دین تھا یعنی اسلام جس کی قدرِ مشترک معمارِ حرم حضرت ابراہیمؑ تھے اور پھر ان سب کی راہنمائی کا سرچشمہ ایک تھا یعنی خدا۔ لہٰذا جب دین ایک ہو، مسلک ایک ہو تو لامحالہ مرکز بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ چنانچہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کا ایک ہی مرکز تھا یعنی خانۂ کعبہ جو تمام بنی نوعِ انسان کا قبلہ ہے۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۲/۱۳۵)

"(اے محمدؐ) یہ کہتے ہیں کہ یہودی یا نصاریٰ (عیسائی) ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ لیکن تم انہیں کہہ دو کہ میں ملّتِ ابراہیمیؑ کا پیروکار ہوں۔ وہ ابراہیمؑ جو خالص دینِ خداوندی کا پیروکار تھا اور اس میں کسی غیر خدائی تصور کو شریک نہیں کرتا تھا۔"

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (۲/۱۳۶)

"(اے پیروانِ دعوتِ ایمانی!) تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اسی ضابطۂ حیات پر ایمان رکھتے ہیں جو اس نے اس رسولؐ کے ذریعے ہماری طرف بھیجا ہے (یہ اپنی اصل کے اعتبار سے اُسی قسم کا ضابطۂ حیات ہے جس قسم کا اس سے پہلے) ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور دیگر انبیاء کرامؑ کی طرف نازل ہوا تھا نیز موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو بھی جو ملا تھا۔ ہم ان تمام انبیاءؑ کو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں سمجھتے ہیں اور نبی ہونے کی جہت سے ان میں سے کسی ایک کو بھی الگ نہیں کرتے۔ یہ ہے وہ مسلک جس کی رُو سے ہم خالص قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں۔"

اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کی جو کہ حضورؐ کے وقت موجود تھے حقیقت صاف کھول کر بیان کر دی ہے کہ یہ یہود اور نصاریٰ جو بزعمِ خویش اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کے پیروکار تصور کرتے تھے۔ اصل میں ملّتِ ابراہیمیؑ سے رُوگردانی کر چکے تھے۔ اسی لئے حضورؐ نے

www.ebooksland.blogspot.com

کہا کہ میں یہودی اور نصاریٰ کس طرح ہو جاؤں۔ درآں حالیکہ میں تو ملّتِ ابراہیمیؑ کا پیروکار ہوں جو مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اس طرح حضورؐ کے اس جواب نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ یہود و نصاریٰ حقیقت میں مشرک تھے، جن کا مسلکِ ابراہیمؑ سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ گویا یہاں دو کریکٹر کھل کر سامنے آ گئے۔ ایک حقیقی معنوں میں ملّتِ ابراہیمیؑ کا پیروکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا ملّتِ ابراہیمیؑ سے اعراض برتنے والے سُفَہاء (۲/۱۳۰) یعنی یہود اور نصاریٰ۔ ایک حق اور دوسرا باطل!

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ کَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۲/۱۴۰)

"اس قدر وضاحت کے بعد بھی اگر یہ لوگ اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰاقؑ و یعقوبؑ اور دیگر انبیاءِ بنی اسرائیل یہودی یا نصاریٰ تھے تو اُن سے کہو کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں خدا کی طرف سے عطا شدہ علم (وحی) کی بنا پر کہتے ہیں۔ لہٰذا بتاؤ کہ حقیقت کا علم تمہیں زیادہ ہو سکتا ہے یا خدا کو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو اور پھر دانستہ غلط بیانی کرتے ہو۔ لیکن سوچو کہ جو شخص اس حقیقت پر پردہ ڈالے جو اُسے خدا کی طرف سے ملی ہو اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے؟ لیکن تم ہم سے تو یہ باتیں چھپا سکتے ہو۔ اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تمہاری ایک ایک حرکت سے باخبر ہے۔"

تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (۲/۱۴۱)

"یہ لوگ جن کا ذکر ما سبق میں چلا آرہا ہے (۲/۱۳۲، ۲/۱۴۰) یعنی حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحٰاقؑ اور حضرت یعقوبؑ ان کی اولاد اور دیگر انبیاءؑ ایک ہی دین کے متبع ہونے کی جہت سے ایک ہی اُمّت کے افراد تھے۔ اُن کے اعمال اُن کے لئے تھے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہارے اسلاف کس روش پر چلتے تھے اور کیسے کام کرتے تھے۔ تم سے

www.ebooksland.blogspot.com

تو یہ پوچھا جائے گا کہ تمہارا طرزِ عمل کیسا ہے۔ یہ ہے دین کی اصل جس میں کسی جھگڑے کی کوئی گنجائش نہیں۔"

قبلہ سے پھرنے کا حادثہ یہود و نصاریٰ کو پیش آیا تھا

سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۲۴ تا آیت ۱۴۱ میں جو حقائق بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے یہ بات بلاشک و شبہ ثابت ہوگئی ہے کہ اصل مرکزِ انسانیت یعنی قبلہ خانہ کعبہ ہی تھا۔ جسے معمارِ حرم حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ نے ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں از سرِ نو تعمیر کیا تھا۔ اسی کو تمام انسانوں کے لئے حج کا مقام مقرر کیا گیا تھا۔ یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ خواہ اسحاقؑ و یعقوبؑ (بنی اسرائیل) کی لڑی ہو، خواہ حضرت اسمٰعیلؑ، دونوں کی قدرِ مشترک معمارِ حرم (ابراہیمؑ) تھے۔ دونوں کا مسلک (دین) ایک ہی تھا جس کا محسوس اور مشہود مرکز خانہ کعبہ تھا۔ یہی وہ دین تھا جس کے اتباع کی وصیت حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کو کی تھی۔ (۲/۱۳۲) یہی نہیں اس کے بعد بتکرار یہ وضاحت کر دی گئی کہ ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوب مثلاً موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ جن کا خاص طور پر (۲/۱۳۶) میں ذکر کر دیا گیا، ایک ہی امت تھے (یعنی ایک ہی امت کے افراد اور رہنما تھے) ایک ہی مسلک کے حامل تھے اور ان سب کی ایک ہی تعلیم تھی (۲/۱۴۰) لیکن حضورؐ کے زمانہ میں جو یہود و نصاریٰ تھے وہ دینِ ابراہیمی (جس کی وضاحت اوپر کی گئی ہے) سے روگردانی کر چکے تھے جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ اپنے اصلی قبلہ (خانہ کعبہ) سے بھی رخ موڑ بیٹھے تھے اور اپنے الگ قبلے بنا لئے تھے (۲/۱۴۵) جو شرک تھا۔ دینِ ابراہیمیؑ سے روگردانی کرنے والے سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۳۰ کے حوالے سے سفہا کہلائے۔ اب جب کہ بتکرار یہ بات ان کے ذہن نشین کرائی گئی کہ تمام انبیاءؑ بنی اسرائیل کا ایک ہی مسلک تھا یعنی مسلکِ ابراہیمیؑ جس کا مرکز (قبلہ) خانہ کعبہ تھا۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا (۲/۱۴۲)

" تو وہ لوگ جو اپنی کم نگہی کی وجہ سے دینِ ابراہیمی سے روگردانی کر چکے تھے (۲/۱۳۰) یعنی سفہاء (خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ) لازمی طور پر یہ سوچیں گے اور کہیں گے کہ اگر یہی بات ہے کہ تمام انبیاءؑ بنی اسرائیل کا قبلہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا تعمیر کردہ خانہ کعبہ ہے تو پھر ان کے ساتھ یہ حادثہ کب اور کیونکر پیش آیا کہ وہ اس قبلہ سے پھر گئے جو ان کا اور ان کے آباؤ اجداد (ابراہیمؑ

www.ebooksland.blogspot.com

اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ اور اسباط) کا اصل قبلہ تھا یعنی خانہ کعبہ۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اس آیت میں ھُمْ، ھِمْ اور کَانُوْا کی ضمیریں سفہا کی طرف (۲/۱۴۲) لوٹتی ہیں جو ان کا لازمی اور اصل مرجع ہے۔ مسلمان بیچ میں کہاں سے آ گئے؟ ان کا تو یہاں ذکر ہی نہیں پس ھُمْ۔ ھِمْ اور کَانُوْا کی ضمیروں کی مسلمانوں سے غلط نسبت نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی اور اس ناسمجھی نے مسلمانوں کو "سفہا" کی صف میں لا کھڑا کیا۔ یہ ہیں اسرائیلی سازش کے کرشمے، جن سے مسلمان اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ کاش یہ سمجھتے کہ یہ راستہ انہیں کہاں اور کس طرف لئے جا رہا ہے۔

اب اس رکوع کی باقی آیت کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۲/۱۴۲)

"اللہ تعالےٰ وہ ذات ہے جو مشرق و مغرب گویا تمام اطراف کو محیط ہے۔ اس کا دین تمام بنی نوعِ انسان کے لئے ہے۔ لہٰذا اس عالمگیر دین کا مرکز مشہود بھی ایسا ہونا چاہیئے جو تمام انسانوں کے لئے ہو۔ ایسا مرکز بلاشبہ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ وہی ہے جو مکّہ میں ہے یعنی خانۂ کعبہ جس کی تعمیر بنی اسرائیل کے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی۔ اس لئے سوچو کہ اس قبلہ کے مقابلہ میں اُن قبلوں کی بین الاقوامی حیثیت کس طرح ہو سکتی ہے جو سارے خود ساختہ قبلے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہر معاملہ میں واضح ہدایات دے دی ہیں لہٰذا صراطِ مستقیم کی طرف اُسی کو رہنمائی ملے گی جو اس سے رہنمائی طلب کرے۔ تمہارے ہدایت کی طرف نہ آنے نے تم کو اصلی قبلہ کی طرف سے پھیر دیا ہے۔"

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط

"اے پیروانِ دعوتِ ایمانی! اب چونکہ رسالت و نبوّت انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ اس لئے بعثت الانبیاءؑ ختم کر کے اب سلسلۂ تبلیغ و رسالت

www.ebooksland.blogspot.com

کا ذمہ دار تم کو قرار دیا تاکہ جس طرح انبیاءِ کرامؑ پیدا کئے اُسی طرح انبیاء اور عوام کے درمیان گواہی دینے والے ہو۔ اور ہمارا آخری رسولؐ تمہارے بلکہ اقوامِ عالم کے اعمال کا محاسب اور نگران ہو جیسے اس نظامِ خداوندی کی مرکزی حیثیت حاصل ہے یہی مقصد ہے ختمِ نبوّت کا۔"

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ

"جس قبلہ پر تم (شروع سے) ہو (کُنتَ) یعنی خانہ کعبہ اس کی تعمیر اور اس کو نظامِ اسلامی (دین اسلام) کا مرکز قرار دینے کی غرض و غایت یہ تھی کہ اس کے ساتھ تمسک سے دونوں قسم کی ذہنیتیں الگ الگ ہو جائیں۔ اور یہ واضح ہو جائے کہ کون صحیح معنوں میں الرّسول' نظامِ الٰہی اور دینِ ابراہیمیؑ کے محسوس نمائندہ اور داعی کی آواز پر لبّیک کہہ کر اُس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور وہ کون ہے جو اس عالمگیر نظام کو چھوڑ کر قومی عصبیت اور نسبت کی دلدل میں پھنسنا چاہتا ہے۔ ان دو گروہوں کی تمیز کا نشان (SYMBOL) حضرت ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ قبلہ ہے۔"

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ

"اس عالمگیر اور بین الاقوامی قبلہ (خانہ کعبہ) کی حیثیت ان لوگوں پر گراں گذرتی ہے جو قومی عصبیت کی بنا پر اپنے اپنے خود ساختہ قبلوں پر قائم رہنا چاہتے ہیں لیکن اُن پر گراں نہیں گزرتی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں۔"

www.ebooksland.blogspot.com

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱۴۳)

"تاہم پھر بھی ان سے کہہ دیجئے کہ اگر نا سمجھی میں تم اصل قبلہ سے رُو گردانی کر چکے ہو۔ تو اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اسی مقام پر لوٹ آؤ جہاں سے تمہارا قدم غلط سمت کی طرف اُٹھا تھا۔ اور اصل قبلہ کیطرف رجُوع کر لو۔ تمہاری ماضی کی غلط روش کا مداوا ہو جائے گا۔ اور تمہارے ایمان کے ضائع ہونے کا کوئی خدشہ نہیں رہے گا۔ اگر کوئی مومن ہو تو اُس کے ایمان کے ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

اب ہم اس مقام پر آ گئے ہیں۔ جہاں مرکزِ ملّت کی خصوصیتِ کبریٰ ہمارے سامنے آتی ہے جس کا جائزہ لئے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔

---

www.ebooksland.blogspot.com

باب ۔۴

مرکزِ ملّت

(قِبلہ)

مرکز کی خصوصیّتِ کُبریٰ

قوم را ربط و نظام از مرکزے — روزگارش را دوام از مرکزے

راز دار و رازِ ما بیت الحرام! — سوزِ ما ہم سازِ ما بیت الحرام

قوموں کے محو و ثبات، استقلال و اضمحلال کا مدار ان کی مرکز کے ساتھ وابستگی پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی قوم اپنے مرکز کے ساتھ منسلک رہتی ہے تو دنیا کی تمام شادابیاں اور کامرانیاں اُن کے حصہ میں آجاتی ہیں اور اُن کی آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ اگر اُن کی مرکزیت میں خلل اور انتشار (DISINTEGRATION) واقع ہو جائے تو یہ اس قوم کے ہبوط و انحطاط کی دلیل ہوتی ہے۔ یہ ہبوط بھی ایسا جسے اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں موت سے تعبیر کیا ہے۔ قوموں کی حیات کا راز اُن کی (INTEGRATION) میں مضمر ہے۔ اور یہ صرف اُن کے محسوس و مشہود مرکز کیساتھ وابستگی سے وجود میں آتی ہے:-

قوموں کے لئے موت ہے مرکز سے جدائی

ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے خدائی

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی قانون خواہ کتنا ہی ارفع و اعلیٰ، منزّہ اور تعمیری کیوں نہ ہو وہ خود بخود نافذ نہیں ہو سکتا۔ اُس کے نفاذ کے لئے ایک صالح اور مخلص قوتِ نافذہ کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن قوتِ نافذہ کے اقتدار و اختیار کے لئے حکومت کا ہونا ضروری ہے اور حکومت کے لئے مرکز کا ہونا ناگزیر ہے۔ یہ مرکز اس قوم کا دارالسلطنت یا دارالخلافہ ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی قوم اس وقت تک مغلوب و محکوم نہیں ہو سکتی جب تک اس کا دارالخلافہ و مرکز فتح نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابرہہ نے خانۂ کعبہ کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا تھا جو خُدا نے ناکام بنا دیا۔

www.ebooksland.blogspot.com

اللہ تعالیٰ نے ملّتِ اسلامیہ کو ملّتِ واحدہ قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا خدا ایک، ان کا رسول ایک، ان کا دین ایک، ان کی کتاب ایک اور ان کا مرکز ایک ہے۔ اس اُمّت کی تاسیس بھی معمارِ حرم کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوام بخشنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے تعمیر کردہ مرکز خانہ کعبہ کو بین الملّی (CONGREGATION) یعنی حج کا مقام قرار دیا تھا تاکہ وہ یہاں جمع ہو کر اپنے معاملات پر غور کریں، پچھلی کارکردگی کا جائزہ لیں اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل مرتب کریں۔ پھر آئندہ سال یہاں آ کر اس پروگرام کی PROGRESS REPORT پیش کریں، تاکہ اگر کسی گوشے میں خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے ہوں۔ تو وہ موالغات (BOTTLE-NECKS) پیش کئے جائیں، جو ان کے عملدرآمد میں حائل ہوئے تھے، تاکہ اُن کا سدِ باب کیا جائے۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ آجکل جتنے بھی ترقیاتی منصوبے (پانچ سالہ یا دس سالہ) تیار کئے جاتے ہیں۔ اور ان ہی کی بنیاد پر سالانہ ترقیاتی پروگرام (ADP) وضع کئے جاتے ہیں۔ وہ سب قرآن حکیم کے فلسفہ حج سے مستعار لئے گئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ لیگ آف نیشنز (LEAGUE OF NATIONS) تنظیم اقوامِ متحدہ (UNO)۔ اور مشترک منڈی کا نظریہ بھی حج بیت اللہ سے ہی لیا گیا ہے۔ خانۂ کعبہ کا بطور مرکز (قبلہ) تقرر اور اس کا حج انہی مناسک کی ادائیگی کے سلسلے فرض کیا گیا تھا۔ اور اس کی یہ امتیازی حیثیت حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے چلی آرہی ہے۔ یہ اس دینِ محکم کے ارکان ہیں جن کی فرمانبرداری کی نصیحت حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔ اور جس کو اختیار کرنے اور کاربند رہنے کی وصیّت حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) نے اپنی اولاد کو کی تھی۔ اور جس پر قائم رہنے کا عہد اللہ تعالیٰ نے ہر بنی اسرائیل کے نبیؑ سے لیا تھا۔ اور آخر میں جس کے اتّباع کا حکم ختمی المرتبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا۔ یہ ہے وہ مرکزِ انسانیت (قبلہ) جس کے والی افرادِ اُمّتِ مسلمہ تھے۔ اور جن کے امام جناب رسالت مآبؐ تھے جن کی سربراہی میں یہ کاروانِ حیات شمعِ قرآنی کی روشنی میں منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

تمنّائے رسولؐ

یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ایک بات کی کمی رہ گئی تھی، وہ یہ کہ مسلمانوں کا مرکز خانہ کعبہ اُن کی تحویل میں نہیں تھا۔ اگرچہ ہجرت کے بعد صحیح خطوط پر تشکیلِ جماعت ہو چکی تھی اور اسلام کی سربلندی کا آفتاب اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ طلوع ہو چکا تھا، لیکن مرکز سے جدائی کا خیال حضورؐ کو ہر وقت ملول رکھتا۔ دوسری

www.ebooksland.blogspot.com

طرف قریش مکہ اہلِ اسلام کو وہاں تک نہیں جانے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضورؐ ذیقعدہ ۶ھ میں عمرہ کی غرض سے اپنے رفقاء کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو قریش نے انہیں راستہ ہی میں حدیبیہ کے مقام پر روک لیا اور حضورؐ کے ساتھ جو قربانی کے جانور تھے انہیں بھی ذبح ہونے کی جگہ یعنی خانہ کعبہ تک نہ پہنچنے دیا۔ (۴۸:۲۵) چنانچہ وہیں حضورؐ اور مخالفین کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کے بعد مسلمانوں کی مختصر سی جماعت واپس مدینہ لوٹ آئی۔ اس واقعہ کے بعد بیتابیٔ تمنّا اور شدّت اختیار کر گئی اور حضورؐ بارگاہِ ربّ العزّت میں ہر وقت دعا کرتے رہتے تھے کہ اے بارِ الٰہا تو خانہ کعبہ کی تولیت مسلمانوں کو لوٹا دے۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر اُٹھتے ہیں حجاب آخر

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کی قبولیت کا اس طرح جواب آیا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ

"بیشک ہم تیرا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا دیکھ رہے ہیں"۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ص

"ہم عنقریب تجھے اُس قبلہ کا والی بنا دیں گے کہ جو تیرا محبوب قلب و نگاہ ہے"۔

قبلہ کے والی بننے کی تدابیر

آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ حصولِ مقصد اور تکمیل کار کے لئے ہمیشہ ایک مربوط پروگرام کی ضرورت ہوا کرتی ہے جس پر عمل پیرا ہونے کے لئے کچھ تدابیر بھی اختیار کرنا پڑتی ہیں چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۱۴۴ سے آیت نمبر ۱۵۰ تک قبلہ پر قابض ہونے اور اس پر قبضہ قائم رکھنے کی تدابیر بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ حصولِ مقصد کے لئے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط

"تم ہر وقت اپنی توجہ مسجد الحرام پر مرکوز رکھو۔ اور اپنی جماعت کے افراد سے بھی کہہ دو کہ تم جہاں کہیں بھی ہو، سفر میں ہو یا حضر میں۔ زندگی کے کسی شعبہ میں مصروف تگ و تاز ہو اپنی توجہات

www.ebooksland.blogspot.com

کا رخ اسی مرکز کی طرف رکھو۔"

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ (۲:۱۴۴)

" جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ) وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ معاملہ اُن کے پروردگار کی طرف سے ایک حقیقت ہے (اس لئے کہ خود اُن کے نوشتوں میں اس کا ذکر موجود ہے) اور جیسے کچھ اُن کے اعمال ہیں اللہ ان سے باخبر ہے۔"

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ج

" اگر تو اہلِ کتاب کے سامنے دنیا جہان کی عقلی و علمی دلیلیں بھی پیش کر دے تو بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے۔"

وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ج

"اور نہ ہی تم (علم و بصیرت کے خلاف) اُن کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہو۔"

جیساکہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے تابع اسم فاعل ہے جو استمرار کے لئے ہے اور "ب" اس پر تاکید کے واسطے آئی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی اکرمؐ نے قبل از نزولِ قرآن اور بعد از نزولِ قرآن، ماضی یا مستقبل میں اہلِ کتاب کے قبلہ کی ہرگز پیروی نہیں کی، حضورؐ کا قبلہ تو کعبہ تھا۔

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط

" اُن (یہود و نصاریٰ) کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے متفرق اور جُدا جُدا قبلے تھے۔ پھر مختلف قبلہ جات کی موجودگی میں نبی اکرمؐ نے بلاحکمِ ربّانی خانہ کعبہ چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ کس طرح بنایا۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۲:۱۴۵)

" یاد رکھو اگر تمہارے پاس علم آجانے کے بعد تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تمہارا شمار بھی اُنہی میں سے ہوگا جو قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کرتے ہیں۔"

www.ebooksland.blogspot.com

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ (۲/۱۴۶)

"یہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ پیغمبرِ اسلام کو اسی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو لیکن ان کے احبار و رہبان دیدہ و دانستہ ان حقائق کو چھپاتے ہیں۔"

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ (۲/۱۴۷)

"خانہ کعبہ کی مرکزیت ایک حقیقت ہے جو خدا کی طرف سے ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔"

وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (۲/۱۴۸)

"مرکز (قبلہ) کی اس قدر اہمیت کے باوجود جو اصل چیز مقصود ہے وہ نبی نوعِ انسان کی بھلائی کے کاموں میں سبقت ہے۔ تم دنیا کے کسی گوشے میں ہو، زندگی کے کسی شعبہ میں بھی ہو، خدا کا قانون تم میں حقیقی اجتماعیت پیدا کرے گا وحدت کا معیار آئیڈیالوجی پہ ہے نہ کہ وطن اور نسل کے اشتراک پر۔ یاد رکھو خدا کا قانون ہر شے کے اندازوں سے واقف ہے اور اُن پہ پورا پورا کنٹرول رکھتا ہے۔"

وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۲/۱۴۹)

"دینِ اسلام کے غلبہ کے لئے تمہیں جنگ و قتال بھی کرنا پڑے گا۔ لہٰذا تم جہاں سے بھی اس مقصد کے لئے خروج (چڑھائی) کرو (۹/۸۶) تو اس وقت بھی یہ مرکز تمہارے سامنے رہے۔ یہ تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے مبنی بر حقیقت پیغام ہے۔ اس کے برعکس کچھ نہ کرنا کیونکہ اللہ سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

اس بات کو پھر ذہن نشین کر لو کہ اے محمدؐ جب بھی تم جہاد کے لئے نکلو خانہ کعبہ کے حصول کا مقصد تمہارے

www.ebooksland.blogspot.com

سامنے ہو۔ امن کی حالت ہو یا خروج (جہاد) کی تمہارا طائرِ نگاہ اُسی طرف مائل بہ پرواز نظر آتے۔ اس طرح تمہارے محبوب مرکز کو جانے والی راہیں آسان ہو جائیں گی اور منزل خود بخود تمہاری طرف کھنچی چلی آئے گی۔"

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ

"اے پیروان دعوت قرآنی تم بھی سمجھ لو کہ جب تم بھی امن کی حالت میں ہو تو بھی، خروج (جہاد) کی حالت میں ہو تو بھی اور باقاعدہ جنگ کی حالت تو بھی تمہاری جدوجہد کا رخ اسی طرف ہو یعنی مسجد الحرام کو فتح کرنے کا مقصد ہر وقت تمہاری راہ نمائی کرتا رہے۔ اگر تم ایسا کرتے رہے تو تمہاری سعی و عمل کے درخشندہ تاریخ تمہارے نظام کی (جس کا مرکز خانہ کعبہ ہے) صداقت کی دلیل بنتے جائیں گے۔"

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

"اگر تم اس پر کاربند رہے تو کسی کو بھی اس کے خلاف ایک لفظ تک کہنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ سوائے اُن لوگوں کے جو اپنی ضد اور تعصب ہیں، حق و انصاف کی راہوں سے بہت دُور نکل چکے ہیں لیکن ان کی مخالفت کی کوئی بات نہیں۔ ڈرنا نہیں صرف اس بات پر چاہیے کہ کہیں قانونِ خداوندی کا دامن تمہارے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے ہم نے تو یہ ضابطۂ حیات دیا ہی اس لئے ہے کہ تمہیں زندگی کی تمام خوشگواریاں حاصل ہوں (۵/۳) اور تمہارا ہر قدم منزلِ مقصود کی طرف اُٹھتا چلا جائے۔"

بظاہر یہ ہدایات اس وقت خانہ کعبہ یعنی مرکزِ ملّت (قبلہ) کی بازیابی کے لئے تھیں لیکن یہ ہدایات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک مستقل حکم اور عمل مسلسل کی صورت اختیار کر گئیں جو ہر دور پر محیط ہیں اور یہی قرآن حکیم کا اعجاز اور

www.ebooksland.blogspot.com

خاص انداز سے کسی بات کو پیمانۂ عمل قرار دینے کا۔

تاریخ کے اوراق اور آسمان کی آنکھ اس پر شاہد ہے کہ ان قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں کس طرح مکّہ بغیر کسی مزاحمت کے فتح ہوگیا۔ اور خانہ کعبہ مسلمانوں کی تولیّت میں آگیا اور اللہ تعالےٰ کا وہ وعدہ پورا ہوگیا۔ جو اس نے محسنِ انسانیت ﷺ کی بیتابیٔ تمنّا کے جواب میں کیا تھا کہ:۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (۲/۱۴۴)

بیشک ہم تیرا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا دیکھ رہے ہیں۔ عنقریب ہم تجھے اس قبلہ کا والی بنا دیں گے جو تیرا محبوبِ قلب ونگاہ ہے۔

کہاں قرآنِ حکیم کے یہ حقائق اور کہاں ذہنِ انسانی کے تراشیدہ افسانے ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق (اقبالؒ)

www.ebooksland.blogspot.com

باب ۔ ۵

تکملہ

نگہِ بازگشت

۱۔ آغازِ آفرینش میں انسان ایک برادری کی طرح رہتے تھے اور ایک ہی طرح کی زندگی بسر کرتے تھے۔ نہ کوئی گروہ بندی تھی نہ تعصب تھا سب کا مفاد مشترکہ تھا۔ انہیں ہر طرح کی نعمتیں میسّر تھیں۔ (۲/۲۵)

۲۔ کچھ عرصہ بعد ان میں میری تیری کا جذبہ اُبھرا۔ آپس کے مفادات میں ٹکراؤ ہُوا۔ (۱۰/۱۹) اور وہ مشاجرت کا اِرتکاب کر بیٹھے جس کی وجہ سے بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (۲/۲۴) وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور اس طرح خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔

۳۔ اس کی پاداش میں اُن سے وہ تمام نعمتیں چھِن گئیں جو اللہ تعالیٰ سے انہیں عطا ہوئی تھیں اور وہ تعرِ ذلّت میں گر گئے۔ (۲/۲۴)

۴۔ پھر انہوں نے اپنے نمائندہ کی معیّت میں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگی اور اپنی بازآفرینی کی درخواست کی۔

۵۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری بازآفرینی کی صورت یہ ہے کہ اب میری طرف سے تمہاری طرف ہدایت آئے گی اور جو کوئی اس ہدایت کا اتّباع کرے گا وہ ہر اندرونی اور بیرونی خطرات سے مامون و محفوظ ہو جائے گا۔ (۲/۳۸)

۶۔ یہ ہدایت تمہاری طرف رسولوںؑ کی وساطت سے آئے گی۔ جو تمہی میں سے ہوں گے۔ لیکن انتخاب میرا ہو گا۔ (۷/۳۵)

۷۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلسلۂ نبوت و رسالت کا آغاز ہُوا اور ہر نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب عطا ہوئی جو قوانین و فرامین اِلٰہی کا مجموعہ ہوتی جس کے ساتھ انبیاء کرامؑ اُن کے

اختلافی اُمور میں فیصلہ کر دیتے تاکہ وہ پھر متحد ہو کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ایک ضابطۂ حیات کے تحت زندگی بسر کریں اور ایک قوم کی صورت اختیار کر کے اپنا کھویا ہُوا مقام پھر سے حاصل کریں (۲/۲۱۳)

۸۔ ان انبیائے کرامؑ کی وساطت سے جو دین (نظامِ حیات) خدا کی طرف سے عطا ہُوا اُس کا نام بھی اللہ تعالےٰ نے خود تجویز فرمایا۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (۳/۱۹)

۹۔ اس کے ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرما دی وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۳/۸۵) اور جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے وہ خدا کے ہاں ہرگز قابلِ قبول نہیں اور ایسا چاہنے والے آخر الامر تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔ لہٰذا تمہاری بازآفرینی کا وعدہ اسی نظام کے ساتھ دفا کرنے میں مضمر ہے جو اسلام ہے۔

۱۰۔ اس دین کے پیروکاروں کا نام اللہ تعالےٰ نے خود پہلی کتابوں میں بھی مسلم رکھا اور اس آخری کتاب (قرآن پاک) میں بھی ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا (۲۲/۷۸)

۱۱۔ اس دین یا نظامِ حیات (اسلام) تک پہنچنے کے لئے ایک محسوس و مشہود نشان (SYMBOL) کی ضرورت تھی جس سے اس دین تک رسائی حاصل ہو سکے جس کے بنیادی اصول (BASIC PRINCIPLES) خدا کی طرف سے عطا ہوئے تھے اور جو ہر اس کتاب میں موجود ہوتے جو اُس دور کے نبیؐ کو عطا ہوتی۔

۱۲۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نشان، جسے قبلہ کہا جاتا ہے، اسی جگہ تعمیر ہُوا جہاں پہلے ہُوا کرتا تھا اور از سرِ نو تعمیر امام النّاس حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اکبرؑ کی مدد سے کی تھی۔ اسی لئے اسے بیت العتیق کہا گیا ہے (۲۲/۲۹، ۲۲/۳۳)

۱۳۔ اس مرکزِ انسانی کی تعمیرِ نو کے ساتھ ہی اُمّتِ مسلمہ کی تاسیس ہوئی اگرچہ یہ مقام (خانہ کعبہ) تمام بنی نوعِ انسان کا قبلہ تھا۔

۱۴۔ اس کی منفرد حیثیت کے پیشِ نظر اللہ تعالےٰ نے اس مقام (خانہ کعبہ) کو بنی نوعِ انسان کے لئے مقامِ حج قرار دیا ہے۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ (۳/۹۷) اور معمارِ حرم سے کہا کہ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (۲۲/۲۷) اور لوگوں (MANKIND) میں حج کی ندا کر دو۔ اس کی مزید نمایاں خصوصیت وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا (۳/۹۷) اور جو اس نظام کے اندر جس کا یہ محسوس نشان ہے داخل ہو گیا

www.ebooksland.blogspot.com

وہ مامون ہو گیا۔

۱۵۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کو اسی دین (اسلام) کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیروی اور اطاعت کی وصیّت کی جس کا مرکز (قبلہ) خانہ کعبہ تھا (۲/۱۳۲) اور اسی کے اتّباع کا وعدہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے لیا تھا (۲/۱۳۳) اور سب نے مل کر اس خدا کی معبودیت کا عہد کیا جس نے وہ دین عطا کیا جس کا محسوس مرکز خانہ کعبہ ہے۔

۱۶۔ یہی وہ وصیّت اور عہد و پیمان ہے جو حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کی تعلیم کا نقطۂ ماسکہ اور مقامِ اتّصال ہے جسے "الاسلام" کہا جاتا ہے اور جس کا محسوس نشان (SYMBOL) خانہ کعبہ ہے۔

۱۷۔ اتّباعِ قبلہ سے مراد اتّباعِ دین ہے (۲/۱۴۵ - ۲/۱۲۰)

۱۸۔ چونکہ "الدین" خدا کی طرف سے ہے اس لئے اس کا محسوس نشان قبلہ بھی خدا کی طرف سے ہے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (۲/۱۲۵)

۱۹۔ جس طرح دینِ اسلام کے علاوہ جو خدا کی طرف سے ہے، کوئی اور دین قابلِ قبول نہیں اسی طرح خانہ کعبہ کے علاوہ کوئی اور قبلہ بھی خدا کے ہاں قابلِ قبول نہیں۔

۲۰۔ چونکہ اتّباعِ دین اور اتّباعِ قبلہ مرادف المعنیٰ ہیں اس لئے اگر قبلہ تبدیل ہو جائے تو لازماً دین بھی تبدیل ہو جائے گا۔

۲۱۔ جملہ انبیائے کرام ایک ہی دین کے حامل تھے جو ایک ہی مسلک (INSTITUTION) کے ممبر تھے جس سلسلہ کی آخری کڑی ختمی المرتبت، انسانِ کامل محمدِ مصطفٰے احمدِ مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

۲۲۔ ان حقائق کے پیشِ نظر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ نبیِ اکرمؐ دینِ ابراہیمیؑ (اسلام) جس کے وہ مجدّد تھے چھوڑ کر کسی دوسرے دین کو اختیار کر سکتے تھے جس کا قبلہ خانہ کعبہ کے علاوہ ہوتا۔ کیونکہ اتّباع کا پتہ دین کے محسوس نشان (قبلہ) کی پیروی سے چلتا ہے۔

۲۳۔ بیت المقدس کی تعمیر خانۂ کعبہ (بیت العتیق) کے برسوں بعد علاقائی بنیادوں پر ہوئی تھی۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ قبلۂ اوّل خانۂ کعبہ ہے یا بیت المقدس۔ خاص کر جب اللہ تعالےٰ کا فیصلہ موجود ہو کہ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ (۳/۹۶)

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

www.ebooksland.blogspot.com

۲۴۔ قرآنِ حکیم کی رُو سے اور جو کچھ اوراقِ سالقہ میں بیان کیا گیا ہے مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ نسلِ انسانی کا قبلہ صرف اور صرف خانۂ کعبہ ہی ہے۔ اب وہ کونسا اسلام اور کون سے مسلمان تھے جن کا قبلۂ اوّل بیت المقدس تھا۔ درآنحالیکہ بیت المقدس خود یہودیوں کا بھی متفق علیہ قبلہ نہیں ہے ۵/۱۴ یاد رہے کہ یہودیوں کے قبلہ کے لئے بیت المقدس کا نام قرآنِ حکیم میں صراحتاً تو کجا اشارۃً بھی نہیں آیا۔ حیرت ہے کہ یہ مسلمانوں کا قبلۂ اوّل کیسے بن گیا۔ کم ازکم یہ اُن مسلمانوں اور اُس اسلام کا قبلہ تو نہیں ہو سکتا جس کے مؤسسِ اعلیٰ معمارِ حرم حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

۲۵۔ حضورؐ کی بعثت کے وقت بلکہ اس کے پہلے سے عربوں اور خاص کر قریش کا قبلہ خانہ کعبہ ہی تھا اور اُسی مقام کا حج کیا کرتے تھے۔ کیونکہ قبلہ کا تعلق بنیادی طور پر حج سے ہے۔ یمن کے والی ابرہہ نے اسی خانۂ کعبہ کو مٹانے کی خاطر مکّہ پر لشکر کشی کی تھی جس کا دفاع حضرت عبدالمطلب جو حضورؐ کے دادا تھے اور دوسرے سردارانِ قریش کی سربراہی میں عربوں نے کیا تھا اور ابرہہ کی فوج کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا تھا۔

۲۶۔ کیا کبھی عربوں نے بیت المقدس کا حج کیا تھا؟

۲۷۔ کیا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی بیت المقدس کا حج کیا تھا؟

۲۸۔ یہ کیا بوالعجبی ہے کہ حج تو ہو خانہ کعبہ کا اور نماز میں رُخ ہو بیت المقدس کی طرف درآنحالیکہ

۲۹۔ حضور نبیٔ اکرمؐ نے اپنی نبوّت کے آغاز ہی میں یہ انقلاب آفریں اعلان کر دیا تھا کہ:-

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (آیت ۲۷/۹۱ سورۃ النحل مکّی)

"مجھے اپنے ربّ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ میں اس شہر مکّہ (بلدالامین) کے ربّ کی عبادت کروں جس نے اس شہر کو (خانہ کعبہ کی نسبت سے) محترم اور مسجودِ قلب و نگاہ بنایا ہے اور مجھے یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں فقط اسی کا حکم بردار رہوں۔"

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ اعلان قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے جو انھوں نے مکّہ میں کیا اور جس نے مکّہ کے تقدّس اور قبلہ کے مسئلہ کو دو ٹوک الفاظ میں حل کر دیا۔ اگر بیت المقدس قبلۂ اوّل ہوتا تو بلدالامین یعنی (مکّہ) کی جگہ اس کو وجہِ نسبت بیان کیا جاتا۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیئے قصّے تمام ؛ اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

www.ebooksland.blogspot.com

حرفِ آخر

آخر میں پھر دہرادوں کہ بیت المقدس مسلمانوں (اہل اسلام) کا کبھی بھی قبلہ نہیں رہا چہ جائیکہ یہ قبلۂ اوّل ہو۔ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق بیت المقدس خود یہودیوں کا بھی متفق علیہ قبلہ نہیں تھا اور یہ کہ اُن کے متفرق قبلے تھے۔ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ (۲/۱۴۵) اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے تھے یہی کیفیت حضورؐ کی تشریف آوری سے پہلے تھی اور یہی کیفیت حضورؐ کی بعثت اور قرآن حکیم کے نزول کے وقت تھی۔ جب بیت المقدس یہودیوں کا اپنا قبلہ نہیں تھا تو یہ مسلمانوں (اہلِ اسلام) کا قبلۂ اوّل کیسے قرار پاگیا؟ — لِلّٰہ ذرا سوچیو

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں جس طرح نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلسلۂ انبیاء (INSTITUTION OF NABUWWAT) کی آخری کڑی ہونے کی وجہ سے اس سلسلہ کے وارث تھے، اسی طرح ملّتِ اسلامیہ آخری اُمّت ہونے کی جہت سے ان تمام مقدّس مقامات اور اثاثوں کی وارث ہے جن کا تعلق اس دین (اسلام) سے ہے جو جملہ انبیاء کرامؑ کا ورثہ ہے اور جس سلسلہ کو آگے بڑھانے اور اس کی نگہداشت کا فریضہ خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو کے وقت اُمّتِ مسلمہ کو سونپا گیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو بیت المقدس کی تولیّت کا جائز حق پہنچتا ہے۔ اس وقت کرنے کا کام یہ ہے کہ اس ورثہ کو صیہونی غلبہ سے آزاد کرایا جائے لیکن یہ اس وقت ممکن ہوگا جب مسلمان اُس شرک سے دست بردار ہوکر تائب ہوجائیں جس کا ارتکاب انہوں نے خانۂ کعبہ کی جگہ بیت المقدس کو قبلۂ اوّل مان کر کیا ہے۔

رازدارِ و رازِ ما بیت الحرام
سوزِ ما ہم سازِ ما بیت الحرام

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

حسن عبّاس رضوی